

بستان اولیاء

مولوی محمد اسحاق دہلوی

13-168



الْآلَانَ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ  
 وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَ  
 كَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرَى  
 فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ﴿٦٤﴾ لَا  
 تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ  
 الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾

”یاد رکھو! بے شک جو دوست ہیں اللہ کے، نہیں ہے کوئی خوف ان کے لیے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (گناہوں سے) بچتے رہے۔ ان کے لیے خوشخبری ہے دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں بھی، نہیں بدل سکتیں باتیں اللہ کی یہ (خوشخبری) ہی ہے عظیم کامیابی۔“  
 (پارہ 11، سورۃ یونس، آیت نمبر 62 تا 64)



# بستان اولیاء

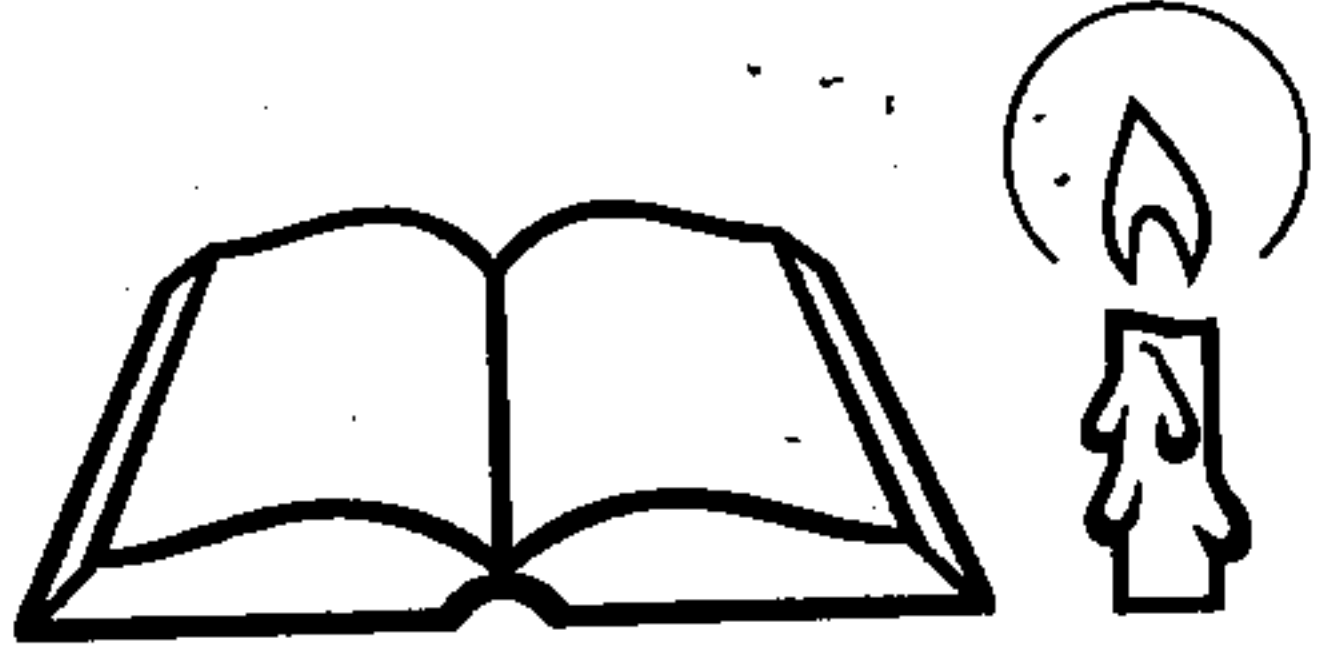
مدنی محمد اسحاق مدنی

بک کارنر پرنٹرز و پبلشرز وین بازاری کراچی

فون: 624306

ای میل: [bookcornerjm@yahoo.co.in](mailto:bookcornerjm@yahoo.co.in)

98180



نام کتاب ..... بستانِ اولیاء  
مصنف ..... مولوی محمد اسحاق دہلوی  
کمپوزنگ ..... گنگن شاہد  
پروف ریڈنگ ..... مولانا مرزا صفدر بیگ  
سرورق ..... امر شاہد  
ناشر ..... بک کارزمین بازار جہلم  
ہدیہ ..... 120 روپے

## فہرست

9	حمد
11	حضرت ابو بکر صدیق <small>رضی اللہ عنہ</small>
11	صدیق اکبر <small>رضی اللہ عنہ</small> کا حسب و نسب
12	اسلام لانا
16	حضرت صدیق اکبر <small>رضی اللہ عنہ</small> کا رتبہ
18	ہجرت میں رفیق غار
30	حضرت صدیق اکبر <small>رضی اللہ عنہ</small> کے پوشیدہ اعمال
32	رسول اللہ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> سے عشق
34	حضرت صدیق اکبر <small>رضی اللہ عنہ</small> کی وفات
42	نبی اکرم <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کا فرمان
43	حضرت عمر فاروق <small>رضی اللہ عنہ</small>
43	حضرت عمر فاروق <small>رضی اللہ عنہ</small> کا حسب و نسب
44	حضرت عمر <small>رضی اللہ عنہ</small> کا اسلام لانا

61	حضرت عمر <small>رضی اللہ عنہ</small> کی رائے اور تائیدِ الہی
62	۱۔ ترکِ مقامِ ابراہیم کو مصلے بنایا گیا
63	۲۔ ترکِ اسیرانِ بدر
66	۳۔ ترکِ پردہ کا حکم
67	۴۔ ترکِ نہ آنے کی اجازت لینے کا حکم
68	۵۔ ترکِ عائشہ صدیقہ کی بریت
69	قصہ افک
75	۶۔ ترکِ منافق کی نمازِ جنازہ کی ممانعت
76	۷۔ ترکِ شراب اور جوئے وغیرہ کا حرام ہونا
79	حضرت عمر <small>رضی اللہ عنہ</small> کا انصاف / ابو شحمہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کو سزا
89	حضرت عمر <small>رضی اللہ عنہ</small> کا خلوص اور خدمتِ خلق
99	اخلاقِ عمری
103	حضرت عمر <small>رضی اللہ عنہ</small> کی تواضع و سادگی
105	حضرت عمر <small>رضی اللہ عنہ</small> کی کرامات
105	(۱) یا ساریہ الجبل الجبل

108	(۲) پہرہ دار شیر
112	(۳) زہر کی شیشی
117	(۴) دریائے نیل کے نام خط
119	حضرت فاروق اعظم <small>رضی اللہ عنہ</small> کی شہادت
<b>131</b>	<b>حضرت بلال حبشی <small>رضی اللہ عنہ</small></b>
131	ایمانِ کامل
142	آخرت کا سودا
143	بلال حبشی <small>رضی اللہ عنہ</small> کی اذان
<b>149</b>	<b>حضرت شیخ شبلی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small></b>
149	اللہ کے نام کی لو
151	شبلی کی دیوانگی
152	عاشق صادق کا دل
155	چند اہم اقوال
157	بعدِ مردن
158	<b>حضرت ابراہیم خواص <small>رحمۃ اللہ علیہ</small></b>



158	جنات کے باغ میں
162	سایپوں کے جنگل میں
163	انار کی خواہش اور ایک سبق
164	حضرت خضر <small>علیہ السلام</small> کا ساتھ
165	نزولِ خوانِ نعمت
168	حضرت ابراہیم خالصؑ کے چند اقوال
<b>171</b>	<b>ابن ہارون رشید</b>
<b>182</b>	<b>ایک ولی کامل</b>
<b>184</b>	<b>ایک گوشہ نشین زاہد</b>
<b>186</b>	<b>ایک ممتحن زاہد</b>
<b>190</b>	<b>ایک باخدا عورت</b>

## حمد

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لیے  
بادلو، ہٹ جاؤ، دے دو راہ جانے کے لیے

اے دُعا، جا عرض کر عرشِ الہی تھام کے  
اے خدا، اب پھیر دے رُخ گردشِ ایام کے

صلح تھی کل جن سے اب وہ برسرِ پیکار ہیں  
وقت اور تقدیر دونوں درپے آزار، ہیں

ڈھونڈتے ہیں اب مداوا سوزشِ غم کے لیے  
کر رہے ہیں زخمِ دل فریادِ مرہم کے لیے

رحم کر، اپنے نہ آئینِ کرم کو بھول جا  
ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہم کو بھول جا



خلق کے راندے ہوئے، دُنیا کے ٹھکرائے ہوئے  
آئے ہیں اب تیرے در پر ہاتھ پھیلائے ہوئے

خوار ہیں، بدکار ہیں، ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں  
کچھ بھی ہیں لیکن ترے محبوب ﷺ کی اُمت میں ہیں

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دلجوئی نہیں  
طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

آغا حشر کاشمیری

## حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

### صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حسب و نسب

آپ کا نام عبداللہ ہے اور کنیت ابو بکر لقب صدیق و عتیق ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام ابو قحافہ ہے اور والدہ محترمہ کا نام ام سلمیٰ۔ آپ کا شجرہ نسب ساتویں پشت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شجرہ نسب سے جا ملتا ہے۔

چالیس برس کی عمر میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اظہار کیا تو اس کے چند ہی روز بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۳۷ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں چار نام مذکور ہیں، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور



حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام زید بن حارث رضی اللہ عنہ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ - معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ السَّابِقُونَ الْأَوْلُونَ مسلمانوں میں سے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب ایمان لائے ہیں تو ان کی عمر ۱۰ سال کی تھی چنانچہ یہ بات صحیح ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ اور بالغوں میں سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور جیسا کہ ایک روایت سے ثابت ہے کہ ایک روز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے صدیق رضی اللہ عنہ تو عَتِيقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ ہے یعنی تو دوزخ سے آزاد ہے۔ اسی دن سے آپ کا لقب عتیق پڑ گیا۔

اسلام لانا

ریاض النضرۃ میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان وحی کے مشابہ تھا۔ واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ جب آپ ملک شام میں تجارت کے سلسلہ میں پہنچے تو آپ نے وہاں خواب میں دیکھا کہ ایک نور آسمان سے اتر اور خانہ کعبہ کی چھت پر پڑا اور وہاں سے مکہ کے گھر گھر میں

پھیل گیا اور پھر تھوڑی دیر نہ گزری تھی وہ نور خانہ کعبہ پر مجتمع ہو گیا اور وہاں سے وہ نور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی گود میں آ پہنچا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ خواب ملک شام کے بحیرا راہب سے بیان کیا۔ یہ شخص بڑا تعبیر داں تھا۔ جب اس نے یہ خواب سنا تو دریافت کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ! تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ بتایا کہ مکہ معظمہ کا رہنے والا ہوں۔ پوچھا کس قبیلے سے ہو؟ فرمایا قریش میں سے۔ یہ سن کر بحیرا راہب کو وہ سب کچھ یاد آ گیا جو اُس نے کتب آسمانی میں مطالعہ کیا تھا کہ مکہ مکرمہ میں جو پیغمبر آ خرا زمان پیدا ہوگا۔ اُس کا مددگار ایک ادھیڑ عمر کا آدمی ہوگا اور ایک جوان عمر کا۔ وہ ادھیڑ عمر کا آدمی اسلام کے ظاہر ہونے کے وقت اُس آ خری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی مدد کرے گا۔ اُس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ طرح طرح کی ایذائیں اور تکلیفیں اُٹھائے گا اس کا رنگ گورا ہوگا اور وہ بڑے حلم و وقار کا آدمی ہوگا۔ اُس کے پیٹ پر اور بائیں ران پر دونوں جگہ سیاہ تل ہوں گے چنانچہ بحیرا راہب نے جب حلیہ ملا لیا اور دونوں تلوں کی تصدیق کر لی تو کہا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خدائے تعالیٰ نے تمہارا خواب سچا کر دیا تو میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ عنقریب تمہارے قبیلہ سے ہی خدائے تعالیٰ اُس آ خری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرے گا اور تم اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی اُس کے خلیفہ ہو گے اور وفات کے بعد بھی خلافت کا تاج تمہارے ہی سر پر رکھا جائے گا۔ بحیرا نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو



خبردار کیا کہ جو جو تکلیفیں تمہیں پہنچیں اُن سے گھبرانا نہیں بلکہ اُن پر صبر کرنا اور اُس آخری نبی ﷺ کی مدد پر ڈٹے رہنا۔

چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بات کو اپنے سینہ میں محفوظ رکھا اور کسی پر ظاہر نہیں کیا اور جب مکہ معظمہ واپس پہنچے تو اہل مکہ سے دریافت کیا کہ کیا کوئی نیا واقعہ تو مکہ میں نہیں ہوا ہے؟ تو مکہ والوں نے بتایا کہ تمہارے شام جانے کے بعد یہاں محمد ﷺ ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور ہمارے آبا و اجداد کے دین کی جڑیں اکھیڑ رہے ہیں۔ جب آپ اہل مکہ سے علیحدہ ہوئے تو آپ سیدھے در رسول پر پہنچے۔

ملائک جس کی دربانی کے خاطر ہاتھ ملتے ہیں  
در دولت سرا پر اُس کے پہنچایا ہے قسمت نے  
آتش شوق دل میں روشن تھی اور وہ محبت جو خواب کی تعبیر کے  
وقت سے دل میں جوش مار رہی تھی تیز ہو گئی۔ آپ آ کر بیٹھے ہی تھے کہ  
حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی  
توحید پر اور میری نبوت پر ایمان لا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خوشی کو ضبط کیا اور  
دریافت کیا کہ کچھ نبوت کی دلیل ہے؟ تو جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا:

میرے عاشق اور میرے جانثار  
تجھ کو یہ لائق نہیں ہے زینہار

اے ابوبکر اے مرے مونس رفیق  
 اے مرے ساتھی میرے مشفق شفیق  
 تو مری سچائی کی پوچھے دلیل  
 ایسا دانا ہو کے اور ایسا عقیل  
 یاد کر وہ خوابِ ملکِ شام کا  
 تُو نے جو راہبِ بحیرا سے کہا  
 اُس کی جو تعبیر تھی وہ میں ہی ہوں  
 جس کی فرقت میں ہے تو حالِ زبوں

.....  
 سنتے ہی صدیق کی ہچکی بندھی  
 آشکارا ہو گیا جذبِ دلی!  
 سینہِ اطہر سے جا چمٹے وہیں  
 چوم لی تاجِ نبوت کی جبیں!  
 اور وہیں ایمان لائے آپ پر  
 بن گئے پروانہ خیر البشر  
 ایک اس کو کہتے ہیں وصلِ الحبيب  
 ایک وہ ہو گا جو ہم تم کو نصیب

انشاء اللہ تعالیٰ!



حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ تیرا خواب ہے جو تو نے ملکِ شام میں دیکھا اور بخیرہ سے جس کی تعبیر تجھ کو ملی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ فقرہ سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی پیشانی کو چوم لیا اور باوازِ بلند کہا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ اور پھر ساری عمر عشقِ رسول میں ہی گزار دی۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمام لوگوں میں زیادہ عزیز زیادہ بہتر اور زیادہ کریم میرے وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جو مجھ پر ایمان لائے اور جنہوں نے میری تصدیق کی اور پھر میرے سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں میرے نزدیک زیادہ عزیز زیادہ بہتر اور خدا کے نزدیک زیادہ کریم دین و دنیا میں زیادہ فضیلت رکھنے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ لوگوں نے مجھے جھٹلایا انہوں نے میری تصدیق کی لوگوں نے میرا انکار کیا او وہ بغیر حجت کے مجھ پر ایمان لائے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا رتبہ

روض الافکار میں مذکور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ عزیز زیادہ بہتر زیادہ کریم میرے وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جو مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی اور

میرے سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں میرے نزدیک زیادہ عزیز اور خدا کے نزدیک زیادہ کریم نیز دین و دنیا میں زیادہ فضیلت رکھنے والے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ لوگوں نے پس و پیش کی اور انہوں نے میری تصدیق کی اور مجھ پر ایمان لائے اور مجھ سے انس و محبت کی اور ہر دم میرے ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی جان اپنی اولاد اور اپنے مال پر مجھے ترجیح دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ تم میں سے جو شخص مجھ کو دوست رکھے گا اُسے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دوست رکھنا چاہئے اور جو میری بزرگی کرنی چاہے اُسے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بزرگی کرنی چاہئے۔ جو شخص خدا کی درگاہ میں تقرب حاصل کرنا چاہئے اُسے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرنی چاہئے وہ میری اُمت کا میرے بعد خلیفہ ہوگا۔

فردوس العارفين میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے رسولِ خدا کے خلیفہ آپ اس رُتبہ کو کیونکر پہنچے۔ حتیٰ کہ ہم سب سے آگے بڑھ گئے تو آپ نے جواب دیا کہ پانچ باتوں کی وجہ سے۔

۱۔ میں نے لوگوں کو دو طرح کا پایا۔ ایک وہ ہیں جو دنیا کی طلب میں مٹے ہوئے ہیں دوسرے وہ جو آخرت کی طلب میں کوشاں ہیں۔ میں نے آخرت کی طلب میں کوشش کی۔

۲۔ جب سے میں اسلام میں داخل ہوا ہوں کبھی دُنیا کا کھانا پیٹ بھر کر نہیں کھایا کیونکہ مجھے معرفتِ الہی کی لذت نے دُنیا کے کھانے کی لذت سے بالکل مستغنی اور بے پروا کر دیا۔

۳۔ جب سے میں اسلام میں آیا کبھی سیر ہو کر دُنیا کا پانی نہیں پیا کیونکہ محبتِ الہی نے مجھے دُنیا کے پانی کی لذت سے بے پروا کر دیا۔

۴۔ جب مجھے دُنیا اور آخرت کے دو کام پیش آئے تو میں نے دُنیاوی کام پر اُخروی کام کو ترجیح دی اور اُسے اختیار کر لیا۔

۵۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت و خدمت میں زیادہ حاضر رہا۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت واجب ہے۔

### ہجرت میں رفیقِ غار

تاریخِ انجیس میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ چودھویں رات کا چاند آسمان سے اترتا اور مکہ معظمہ کی زمین پر نازل ہوا۔ مکے اور اس کے نواح کا سارا میدان اس کے نور سے روشن ہو گیا۔ پھر وہ چاند زمین سے آسمان کی طرف چڑھ گیا مگر پھر دوبارہ وہاں سے اتر کر مدینہ منورہ کی زمین پر نازل ہوا اور بہت سے تارے بھی چاند کے ساتھ ساتھ زمین پر اترے۔ پھر وہ چاند اور تمام تارے مدینہ



منورہ سے مکہ مکرمہ آئے اور وہاں سے ان سب تاروں کے ساتھ وہ چاند دوبارہ مدینہ منورہ واپس پہنچا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں داخل ہوا۔ حجرے کی زمین شق ہوئی اور وہ ماہتاب اُس زمین میں چھپ گیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے تعبیر خواب میں بڑا ملکہ عطا کیا تھا چنانچہ آپ نے اپنے خواب کی خود ہی تعبیر فرمائی کہ وہ چودھویں رات کا چاند جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ جن کی ذات گرامی نے سب سے پہلے مکہ معظمہ کی زمین کو منور کیا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں آسمانوں میں تشریف لے گئے اور وہاں سے اتر کر مدینہ منورہ تشریف لے جائیں گے یعنی مکہ سے ہجرت کریں گے اور پھر وہاں سے ان تاروں کے ساتھ یعنی اپنے اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مکہ معظمہ میں فاتحانہ داخل ہوں گے اور پھر مدینہ منورہ تشریف لے جائیں گے اور پھر زمانہ علالت میں حجرہ عائشہ میں مقیم رہیں گے اور پھر وہیں مدفون ہوں گے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس خواب کی تعبیر اس طرح پوری ہو رہی تھی کہ ہجرت سے قبل ہی انہوں نے یقین کر لیا تھا کہ ایک روز ہجرت کرنی ہوگی۔ اسی وجہ سے سامان سفر کی تیاری آپ نے کر لی تھی۔ ادھر یہ

صورت تھی کہ نزولِ وحی کے تیرہ برس تک کفارِ مکہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو جو تکلیف دیں ان کی انتہا ہو چکی تھی۔ اگرچہ اس وقت بھی بہت سے لوگ ایمان لا چکے تھے مگر مخالفت کا جذبہ عام تھا۔ اس درمیان میں حضور ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دے دیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین آہستہ آہستہ مدینہ منورہ کی طرف جا رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے حکم سے مدینہ منورہ جا چکے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ عزم کیا اور حضور کو مشورہ دیا مگر ہر مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہی ارشاد فرمایا کہ مجھے ابھی ہجرت کی اجازت نہیں ملی ہے۔ میں اللہ رب العزت کے حکم کے انتظار میں ہوں۔ چنانچہ جس دن کفارِ مکہ نے یہ فیصلہ کیا کہ آج رات کو حملہ کر کے کام تمام کر دیا جائے اسی دن حضرت جبریل امین تشریف لائے اور حضور ﷺ کو دشمنوں کے مشوروں سے پورے طور پر آگاہ کر دیا اور بتا دیا کہ آج رات آپ اپنے بچھونے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلائیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر مدینہ تشریف لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سن کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسی وقت جبکہ دوپہر کا وقت تھا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے اور سارا واقعہ بیان فرمایا۔ ہجرت کے حکم کی اطلاع پا کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور ﷺ

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اگر اجازت ہو تو یہ غلام بھی جناب کی رکابیں پکڑ کر ساتھ چلے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ تم کیا کہتے ہو۔ تمہارے ساتھ لے جانے کا حکم تو عرشِ الہی سے آیا ہے۔ یہ اذن اور حکم ملتے ہی صدیق اکبر ﷺ فرطِ انبساط میں رونے لگے اور عرض کیا کہ حضرت میں نے تو چھ مہینے پہلے ہی سے سامانِ سفر تیار کر لیا ہے۔ جس وقت حضور فرمائیں میں حاضر ہوں ۲ اونٹ پیش کیے کہ یہ اسی غرض کے لیے تیار رکھے گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابھی مجھے دوسرے حکم کا انتظار ہے۔ وہاں سے حضور اکرم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! تم کو آج رات ہمارے بستر پر لیٹنا ہے اور ہمیں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر آج رات عازمِ مدینہ ہونا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بخوشی تعمیل ارشادِ والا منظور کی۔ حضور ﷺ نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ اہل مکہ کی جو امانتیں ہمارے پاس ہیں وہ سب واپس کر دینا۔

نصف شب میں جبریل امین تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کا دوسرا حکم پہنچا دیا کہ اب عازمِ مدینہ ہو جائیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ چاروں طرف کافر ہیں میں اس وقت کس طرح جا سکتا ہوں۔ تو جبریل علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ یہ آیت پڑھیں اور تھوڑی سی خاک پر دم کر کے ان کافروں کی طرف پھونک دیجئے!



إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ  
إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُونَ ۝۱۰ وَجَعَلْنَا  
مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ  
سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝۱۱

ترجمہ: ”بلاشبہ ہم نے ڈال دیئے ہیں ان کی گردنوں میں طوق اور انہوں نے جکڑ لیا ہے (ان کو) ٹھوڑیوں تک اس لیے وہ سر اٹھائے کھڑے ہیں۔ اور کھڑی کر دی ہے ہم نے ان کے آگے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور اس طرح ہم نے انہیں ڈھانک دیا ہے لہذا وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔“

(پارہ 22- سورۃ یسین- آیت نمبر 8 تا 11)

چنانچہ حضور ﷺ نے ایسا ہی کیا اور تھوڑی سی خاک پر یہ مبارک آیتیں پڑھ کر دم کیس اور وہ مٹھی خاک کافروں کی طرف پھینک دی۔ یہ ایک مٹھی خاک 70 آدمیوں کے منہ، سر اور آنکھوں میں بھری اور عجیب بات یہ ہوئی کہ بجائے تکلیف ہونے کے ان سب کو نیند آ گئی۔ اس طرح اللہ رب العزت اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو سب کے سامنے سے سلامت نکال کر لے گیا۔

حضور اکرم ﷺ وہاں سے روانہ ہو کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کو ساتھ لے کر غارِ ثور کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ کبھی دائیں طرف چلتے تو کبھی بائیں طرف اور کبھی آگے تو کبھی پیچھے اور یہ سب اس لیے کہ حضور ﷺ کو کانٹوں وغیرہ سے کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ جب جبلِ ثور کے قریب پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا تا کہ حضور ﷺ کا نقشِ قدم زمین پر کھوجیوں کو نہ مل سکے۔ غار کے منہ پر پہنچ کر حضور ﷺ سے درخواست کی کہ حضور ﷺ ذرا دیر باہر ہی توقف فرمائیں میں پہلے غار میں جا کر ذرا دیکھ لوں تا کہ کیڑے پتنگے کی قسم کا کوئی جانور ہو تو اُس کا گزند مجھے پہنچے حضور محفوظ رہیں۔ چنانچہ خود اُس تاریک رات میں تنگ و تاریک غار میں گھسے جس میں سانپ اور بچھوؤں کے ہونے کا بڑا امکان تھا اور ہاتھ سے زمین کو صاف کی۔ جس قدر سوراخ محسوس ہوئے اُن کو اپنا کپڑا پھاڑ کر بند کیا۔ کپڑا ختم ہو گیا اور ایک سوراخ باقی رہ گیا تو اُس سوراخ پر اپنی ایڑی لگالی اور حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ اندر تشریف لے آئیں اور پھر جب حضور ﷺ اندر تشریف لے گئے تو عرض کیا کہ حضور ﷺ میرے زانوں پر سر رکھ کر کچھ دیر آرام فرمائیں کیونکہ جناب ساری رات جاگتے رہے ہیں۔ ادھر تو آفتابِ نبوت نے غار میں

آرام فرمایا۔ ادھر ایک ببول کا درخت بہت دُور فاصلے سے آیا اور غار کے منہ پر چھا گیا اور پھر ایک مکڑنی نے غار کے منہ اور ببول کے درخت پر فوراً ایک بہت بڑا جالا پُور ڈالا اور اس طرح اس کا راستہ بند ہو گیا۔ پھر ایک جنگلی کبوتر کو حکم ہوا کہ وہ راتوں رات اس جھنڈ میں اپنا گھونسل بنائے اور انڈے دے۔ چنانچہ وہ حکم خداوندی بجالایا اور رات ہی رات میں یہ سب کچھ مکمل ہو گیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے غار کے موقع پر جو رفاقت ظاہر ہوئی اُس کا ذکر اس آیت مقدسہ میں ہے:

## ثَانِي اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ

ترجمہ: ”دو میں دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے“۔

(پارہ 10، سورۃ التوبہ، آیت نمبر 40)

یعنی جبکہ دو آدمیوں میں سے ایک آپ تھے جس وقت کہ دونوں غار میں تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھے آرام فرما رہے تھے اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایڑی میں سانپ نے کاٹا جس کی وجہ اس انہیں سخت تکلیف ہوئی مگر آپ نے زانو کو حرکت نہ دی کہ مبادا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل جائے مگر سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے تکلیف اس قدر تھی کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور



ٹپک کر حضور ﷺ کے چہرے مبارک پر پڑے۔ حضور ﷺ کی آنکھ کھل گئی اور یافت فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ تمہیں کیا تکلیف ہے۔ عرض کیا کہ حضور ﷺ کوئی زہریلا سانپ مجھے کاٹتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ پیر میرے سامنے لاؤ۔ حضور ﷺ نے دم کیا، فوراً زہر کا اثر اور ساری تکلیف دُور ہو گئی مگر سانپ کے زہر کی وجہ سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سخت پیاس معلوم ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا غار میں ذرا آگے دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پانی بھیجا ہے۔ چنانچہ جب آپ اس طرف بڑھے تو آپ کو پانی مل گیا۔

جب صبح ہوئی تو کافروں کی جماعت پیروں کا کھوج لگاتی ہوئی غارِ ثور تک پہنچی۔ کھوجیوں نے کہا کہ یہاں تک تو دونوں کے پیروں کے نشانات ہیں مگر آگے صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہیں اور حضور ﷺ کے نہیں ہیں مگر سوائے اس غار کے اور کہیں نہیں ہو سکتے مگر بعض دوسروں نے کہا کہ تم بیوقوف ہو اس غار میں کیسے جا سکتے ہیں۔ غار کا منہ بول کے درخت سے بند ہے۔ مکڑی کا جال اتنا ہوا ہے۔ کبوتر کا گھونسلا بنا ہے اس میں انڈے رکھے ہیں۔ اس غار میں جانا تو کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ جب ان لوگوں میں آپس میں یہ قیل و قال ہو رہی تھی تو آوازیں اندر غار میں جا رہی تھیں جس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پریشانی پیدا ہوئی تو قرآن پاک میں ارشاد ہوا:

# إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّا

## اللَّهُ مَعَنَا

ترجمہ: ”اور جب کہہ رہا تھا وہ اپنے ساتھی سے، غم نہ کر! بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

(پارہ 10 - سورة التوبة - آیت نمبر 40)

یعنی جس وقت کہ فرمایا رسول ﷺ نے واسطے اپنے رفیق کے کہ (اے ابو بکر غمگین نہ ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے)۔ اُس وقت صدیق اکبر ﷺ کو اپنی جان کا صدمہ نہ تھا جیسا کہ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ مجھے اپنی جان کا صدمہ نہیں ہے مگر ڈر یہ ہے کہ اگر خدا نخواستہ حضور ﷺ کو کوئی صدمہ پہنچا تو اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا کوئی باقی نہیں رہے گا۔ بہر حال صدیق اکبر ﷺ کو حضور ﷺ کے فرمانے پر بالکل اطمینان ہو گیا۔ ادھر ان کافروں نے فیصلہ کیا کہ اس غار میں جانا ممکن نہیں ہے اس لیے وہ سب لوگ واپس چلے گئے۔

حضور اکرم ﷺ اور صدیق اکبر ﷺ تین دن اسی غار میں رہے۔

عامر بن فہیرہ جو صدیق اکبر ﷺ کا غلام تھا اور اسی غار کے آس پاس بکریاں چرایا کرتا تھا رات کے وقت دودھ والی بکریوں کو غار میں چھوڑ آتا تھا جن

سے ضرورت کے مطابق دودھ لیا جاتا تھا چنانچہ تین رات دن اسی طرح گزرے اور چوتھے دن وقت مقررہ پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا غلام عبداللہ بن اریقٹ دو اونٹ لایا۔ ایک اونٹ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سوار ہوئے اور دوسرے پر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقٹ سوار ہوئے اور جانب مدینہ روانہ ہوئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں یہ بات کیا کچھ کم ہے کہ قرآن مجید میں کئی آیتیں اُن کے بارے میں نازل فرمائیں لصاحبہ میں تو گویا صاف ہی بیان کر دیا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق تھے اور اسی آیت کے اگلے ٹکڑے میں ارشاد ہوا:

## فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ

ترجمہ: ”سو نازل کیا اللہ نے اپنی طرف سے سکونِ قلب اُس پر“۔

(پارہ 10 - سورة التوبة - آیت نمبر 40)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین صدیق رضی اللہ عنہ پر نازل فرمائی۔ صاحبِ تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ یہ تسکین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ہی نازل فرمائی کیونکہ ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کا غم و صدمہ تھا۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب تو بالکل مطمئن تھا۔ اس لیے کہ وعدہ الہی فتحِ قریش کا تھا۔



## نظم

عجب رُتبہ کیا اللہ نے صدیقِ اکبر ﷺ کا  
 بنایا غار میں بھی اُن کو یار اپنے پیمبر کا  
 مقرب ہیں وہ برزخ میں قیامت میں بھی ہونیں گے  
 محمد ﷺ سے نہ تھا کچھ قرب اُن کو زندگی بھر کا  
 قرابت ایسی اُس بو عائشہ کو ہے محمد ﷺ سے  
 کیا حق نے رسول اللہ کو زوج ان کی دختر کا  
 وہ بعد از انبیاء و مرسلین کے سب سے افضل ہیں  
 بیاں کیا کیا ہو مجھ سے وصف اُس محبوب سرور کا  
 دیگر

مُحِبِّ کَبْرِيَا، صَدِيقِ اَكْبَرِ ﷺ  
 حَبِيبِ مِصْطَفٰى ﷺ، صَدِيقِ اَكْبَرِ ﷺ  
 عَتِيقِ هَرَبَلَا، صَدِيقِ اَكْبَرِ ﷺ  
 صَدِيقِ بَاخِدَا، صَدِيقِ اَكْبَرِ ﷺ  
 اَمِيْرِ اَعْظَمِ دُنْيَايَ اِسْلَامِ  
 وَزِيْرِ مِصْطَفٰى، صَدِيقِ اَكْبَرِ ﷺ  
 بَهْرَا فِرَازِ خَطَابِ ثَانِيِ الثَّنِيْنَ  
 صَفِيٍّ وَ مَقْتَدَا، صَدِيقِ اَكْبَرِ ﷺ

کمالاتِ نبوت کے مُصَدِّق  
 صداقتِ آثنا، صدیق اکبر ﷺ  
 نہ تھا پہلے، نہ ہو گا تا قیامت  
 رسولوں کے سوا، صدیق اکبر ﷺ  
 جہانِ آب و گل میں افضل الناس  
 ہیں بعدِ انبیاء، صدیق اکبر ﷺ  
 معیت ہے خدا سے جن کو حاصل  
 ہیں ایسے باخدا، صدیق اکبر ﷺ  
 محمد ﷺ قدر دانِ حُبِّ صدیق ﷺ  
 محمد ﷺ پر فدا، صدیق اکبر ﷺ  
 صحابی ﷺ ہیں ستارے، ان میں ہیں وہ  
 چمکتے چاند وہ، صدیق اکبر ﷺ  
 رہے ہر آن غزوات و سفر میں  
 رفیقِ مصطفیٰ، صدیق اکبر ﷺ  
 زبانِ کلکِ قدرت پر ہے جاری  
 بڑی مدح و ثناء، صدیق اکبر ﷺ

## حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوشیدہ اعمال

جناب امیر المومنین خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت تھی کہ راتوں کو ایسے ایسے پرگزیدہ عمل کرتے تھے کہ جن کے سننے سے دل پر اثر پڑتا ہے اور زادِ آخرت حاصل کرنے کے لیے چشم بصیرت کھلتی ہے۔ معتبر روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو خود بھی اخفائے زادِ آخرت میں راتوں کو مدینے کی گلیوں اور محلوں میں غریبوں کے گھر گھر جاتے تھے اور چاہتے تھے کہ پوشیدہ طور پر خلق اللہ کی خدمت کریں۔ ان کے برتنوں میں پانی ڈالیں۔ ایندھن پہنچائیں لیکن جہاں کہیں وہ جاتے تھے ان سب کاموں کو پہلے سے ہی پورا کیا ہوا پائے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ اکثر حیران ہوتے تھے کہ الہ العالمین تیرے بندوں میں یہ کونسا ایسا پیارا بندہ ہے جو عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے خلق اللہ کی اس درجہ خدمت کر بھی چکتا ہے اور مجھے ان کی امداد کا زیادہ موقع نہیں دیتا۔ آخر ایک روز آپ ایک بڑھیا کے مکان پر پہنچے اور خیال کیا کہ اس ضعیفہ کی خدمت کا موقع مجھے ضرور ملے گا۔ اس بیچاری کی خدمت کسی نے نہیں کی ہوگی۔ مگر دیکھتے کیا ہے کہ اس کے پانی کے برتن بھی بھرے ہوئے ہیں اور آٹا، کھجوریں اور ستو بھی موجود ہیں تو خیال آیا کہ اس ضعیفہ کی نجاست صاف کرنے کا موقع مجھے ضرور ملے گا مگر جب وہاں جا کر دیکھتے ہیں تو وہ بھی صاف ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کوئی صاف کر

کے گیا ہے۔ حیران رہ گئے اور اپنے دل میں کہاں  
 کون ہے تو اے غریبوں کے رفیق  
 کر رہا ہے ان کی خدمت ہر طریق  
 کچھ تو تُو اپنا پتہ مجھ کو بتا  
 کون ہے تُو اور ہے تیرا نام کیا  
 تیری اس خدمت سے میں حیران ہوں  
 یہ بتا اب کس کی خدمت میں کروں  
 لے گیا سارے عمل تو اے فنا  
 اے مقدس ذات تو حد کر گیا  
 اک ضعیفہ کی نجاست تک نہیں  
 صاف کر دی تو نے اس تک سے زمین  
 کس قدر مخلوق کا خادم ہے تو  
 کیوں نہ ہو تو دو جہاں میں سرخرو  
 آہ اس اخلاص و خدمت کی نظیر!  
 مل نہیں سکتی ہے دُنیا میں مُدیر  
 جناب صدیق اکبر ﷺ کے اعمالِ اخلاص انتہا کو پہنچے ہوئے تھے جو  
 اُن کے لیے زادِ آخرت اور توشہٴ عقبیٰ کی کافی دلیل ہے۔

(الوعظ جلد 4، نمبر 12)



## رسول اللہ ﷺ سے عشق

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نبی آخر الزماں ﷺ سے جو عشق تھا اُس کا ایک نمونہ ذیل کی روایت سے معلوم ہوگا۔ حضور اکرم کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صرف سوا دو برس زندہ رہے اور سینہ میں فرقتِ رسول ﷺ کے شعلے بھڑکتے رہے اور آخر کار ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ یوم دو شنبہ آپ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے محبوب سے جا ملے۔

امام شعرانی اپنی کتاب طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں: "غَلَبَ عَلَيْهِ الْحُزْنُ حَتَّى كَادَ يَشْمُ مِنْ فَمِهِ رَائِحَةَ الْكَبِدِ الْمَشْرِيِّ" یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل میں حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی جدائی اور فراق کا الم اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ جس سے آپ کا سینہ کباب کی مانند آہستہ آہستہ جل رہا تھا اور آپ کو حضور ﷺ کی مفارقت کے علاوہ اور کوئی دوسرا غم نہ تھا حالانکہ آپ بڑے مستقل مزاج، انتہا درجہ کے ضابط تھے۔ ایک روز مسجد نبوی میں بیٹھے بیٹھے جہاں آپ بڑے بڑے امورِ خلافت انجام دے رہے تھے یکایک کھڑے ہو گئے اور مسجد نبوی سے باہر نکل کر اُس راستہ پر تیز قدموں روانہ ہو گئے جو ملک شام کی طرف جاتا ہے۔ مگر تھوڑی دُور چل کر ٹھہر گئے اور پھر آہستہ آہستہ مسجد نبوی میں واپس تشریف لے آئے۔ لوگوں نے نہایت ادب سے دریافت کیا کہ اے پیارے صدیق رضی اللہ عنہ! آپ اس

وقت ملکِ شام کی سڑک پر کیوں تشریف لے گئے تھے؟ تو آپ نے جواب

دیئے

نظم

کیوں گیا تھا کیا بتاؤں کیا کہوں  
 قلبِ مخروں بہہ رہا ہے بن کے خوں  
 کس کے استقبال کو پہنچا تھا میں  
 کس کے لینے کے لیے دوڑا تھا میں  
 کس کے آنے کا تصور دل میں تھا  
 کس کے رستہ میں ہوا جا کر کھڑا  
 اک دفعہ حضرت ﷺ گئے تھے ملکِ شام  
 اور کیا تھا واں کئی ہفتے قیام  
 پھر اسی رستے پہ اک دن یہ ہوا  
 چاند وہ آتا دکھائی دے گیا  
 آ گیا میں جن کو لے کر اپنے ساتھ  
 آ گیا وہ گوہر مقصود ہاتھ  
 آج بھی مجھ کو یہی آیا خیال  
 چل لیا ہے شام سے وہ باکمال

بہر استقبال میں پہنچا وہاں!  
 تاکہ لے آؤں میں حضرت ﷺ کو یہاں  
 دیر تک واں منتظر بیٹھا رہا  
 آ رہے ہوں گے محمد مصطفیٰ ﷺ  
 آہ لیکن وہ نہیں آئے ستم  
 گز پڑا صدیق ﷺ پر کوہِ الم  
 کچھ نہ پوچھو دوستو صدیق ﷺ کی  
 کیونکر جھیلے وہ فراقِ احمدی

### حضرت صدیق اکبر ﷺ کی وفات

اس فراق اور آتشِ عشق نے آخر سینہ صدیق ﷺ کو کباب کر ڈالا  
 اور آپ بیمار ہو کر صاحبِ فراش ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے  
 صدیق ﷺ! ہم کسی طبیب کو بلا کر آپ کا علاج معالجہ کرائیں۔ تو جواب  
 میں آپ نے فرمایا کہ ایک طبیب حاذق نے مجھے دیکھ لیا ہے اور میری  
 نسبت اُس نے یہ تجویز کیا ہے کہ ”فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ“ یعنی ہم جو چاہیں وہ  
 کریں گے۔ لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپ حکمِ خداوندی بیان فرمایا رہے ہیں کہ  
 اس کی مرضی میں کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے چنانچہ جب اس  
 مریضِ عشق کی حالت بہت نازک ہو گئی تو تیمارداروں نے طبیب کو بلا کر

دکھایا تو طبیب نے پورے معائنہ کے بعد کہا کہ اس جسدِ نورانی کو کوئی مرض نہیں ہے۔ البتہ

نظم

کسی کے عشق میں سینہ کباب ہے انکا  
کسی کے ہجر کی ان کو نہ تاب ہے گویا  
حبیب ہے کہ جدا ہے حبیب سے اپنے  
نصیب ہے کہ خفا ہے نصیب سے اپنے  
دکھا دو ایک نظر ان کا تم انہیں محبوب  
ابھی یہ خاصے ہیں اچھے ہیں تندرست ہیں خوب

جب طبیب کی یہ رائے سنی تو لوگ سمجھ گئے کہ اب وقت آ گیا ہے۔ اُن کے آنسو جاری ہو گئے اور اُن کے رونے کی آواز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کانوں میں پہنچی تو آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا: پیارے علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ اسی وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سامنے آئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! جب میری وفات ہو جائے تو مجھے تم اپنے اُن ہاتھوں سے غسل دینا جن سے میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تم نے غسل دیا ہے اس کے بعد مجھے میرے پرانے کپڑوں میں کفنا کر روضہ حبیب رضی اللہ عنہ کے سامنے میرا جنازہ رکھ دینا۔ پھر اگر خود بخود



روضہ اطہر کا دروازہ کھل جائے تو مجھے میرے حبیب ﷺ کے پاس دفن کر دینا، ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔

”شواہد النبوة“ میں لکھا ہے کہ قریب وفات صدیق اکبر ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ“ اور پھر صدیق اکبر ﷺ سے مصافحہ کیا اور اپنا دستِ نورانی صدیق ﷺ کے سینہ پر پھیرا۔ جس سے آپ کے سینہ کی تمام کلفت دُور ہو گئی۔ پھر فرمایا صدیق ﷺ! ہم سے ملنے میں کیوں دیر کر رکھی ہے۔ یہ سن کر صدیق اکبر ﷺ خواب میں ہی اس قدر روئے کہ تمام گھر والے آپ کے چاروں طرف آ کر کھڑے ہو گئے اور سنا کہ آپ یہ فرما رہے ہیں کہ مجھے کب حضور ﷺ کا دیدار میسر ہوتا ہے؟ اور کب یہ بیمارِ عشق وصال کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے؟ چنانچہ اس خواب میں حضورِ والا ﷺ پیارے صدیق اکبر ﷺ کو تسکین دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ گھبراؤ نہیں ہماری تمہاری ملاقات کا وقت اب بہت قریب آ پہنچا ہے۔

صدیق اکبر ﷺ خواب سے بیدار ہوئے اور پسماندہ گان کو وصیت فرمائی کہ میرے جنازے کو تیار کر کے حجرہ رسول ﷺ کے سامنے رکھ کر عرض کرنا ”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ یہ ابو بکر آپ کا جانشینِ درِ دولت پر حاضر ہے پھر وہاں سے جو ارشاد ہو اس پر عمل کرنا۔ آخر کار جناب صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ اس جہانِ فانی سے انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور پھر بموجب وصیت آپ کا جنازہ روضہ اطہر کے سامنے رکھا گیا اور اسی طرح اجازت طلب کی گئی چنانچہ روضہ اطہر کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور ساتھ ہی اُس کے یہ آواز آئی:

ضُمَّوا الْحَبِیْبَ اِلَى الْحَبِیْبِ فَاِنَّ الْحَبِیْبَ اِلَى الْحَبِیْبِ مُشْتَاقٌ  
یعنی۔

منتظر ہے دوست اپنے دوست کا  
اُس کو تم جلدی ملا دو اتقیا  
دوست اپنے دوست کا مشتاق ہے  
اُس کی فرقت اور دُوری شاق ہے  
دوست سے دوست کو جلدی سے ملا دو لوگو  
عاشق زار کو محبوب دکھا دو لوگو  
اب نہ طاقت ہے جدائی کی نہ فرقت کی سہار  
بیچ سے پردہ فرقت کو اٹھا دو لوگو  
دوست بھی دوست سے ملنے کا ہے مشتاق بہت  
شوق سے تم کو اجازت ہے ملا دو لوگو  
جب یہ صدا کانوں میں آئی اور صرف اجازت ہی نہیں ملی بلکہ

دروازہ بھی چوٹ کھل گیا تو حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو وہاں موجود تھے۔ جوش میں آ کر اللہ اکبر کے نعرے لگائے اور ایک عجیب شادی مرگ کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

نظم

دیکھ کر یہ حال اصحاب کبار  
کہتے تھے اللہ اکبر بار بار  
مچ گیا کہرام یاں سے واں تک  
ساتھ جن کے روڈیے جن و ملک  
آہ یہ جذبِ محبت اے فتا  
سینہ انسان جس سے شق ہوا  
واقعی اس کی صداقت ہو گئی!  
كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ فِيْ اَصْلِهِ  
زادِ تقویٰ زادِ آخریٰ کا مال  
تو نے اے اسحاق یہ دیکھا کمال

ادھر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کو دفن کرتے ہیں اور دریائے اشک بہاتے ہیں ادھر مدینے کی ایک ایک گلی اور گھر سے رونے کی آوازیں آتی ہیں اور یہ وہ آوازیں ہیں جن کو سن کر کون ہوگا جس کا دل نہ

بھر آئے اور بے ساختہ یہ کہہ بیٹھے کہ زادِ آخرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی توحید کا قرار اور عبادتِ الہی ہی نہیں بلکہ عشقِ رسول ﷺ، تقویٰ و طہارت اور چھپے ہوئے نیک اعمال بھی ضروری ہیں۔

### نظم

محشر ہے مدینے میں قیامت کا سماں ہے  
 گویا کہ مدینہ نہیں، اک اَلَم کا جہاں ہے  
 روتی ہیں کہیں عورتیں منہ ڈھانک کر اپنا  
 معصوموں کے رونے سے کہیں دل ہے دو پارا  
 دل چاک ہے، ہے ہاتھ ضعیفوں کی صدا ہے  
 فریاد وہ یوں کرتے ہیں بس اپنے خدا سے  
 راتوں کے اندھیرے میں بس اب کون پھرے گا  
 چھپ چھپ کے ہمیں نعمتیں اللہ کی دے گا  
 کیا رات سے فاقہ ہے، غریبوں کے گھروں میں  
 صدیق ﷺ کے صدیق ﷺ کا سودا ہے سروں میں  
 خالی ہیں سبھی پینے کے اور کھانے کے باسن  
 جیبیں ہیں کہیں صاف کہیں خالی دامن  
 ٹوٹی ہے کمر آج یتیم و غرباء کی  
 ڈوبی ہے بھری ناؤ یہ مخلوقِ خدا کی



ماؤں سے یتیم اپنی یہ کہتے ہیں بلکہ کر  
 کیا آج سدھارے، وہ جو تھے باپ سے بڑھ کر  
 چھپ چھپ کے بس اب کون کھجوریں ہمیں دے گا  
 ٹوٹے ہوئے ننہے سے جو دل میں ہاتھ لیگا  
 بیواؤں کی فریاد فغاں کا ہے یہ عالم  
 گھر گھر میں یہ روتا ہے یہ گھر گھر میں ہے ماتم  
 بیوائیں مدینے کی تکئیں کس کا سہارا  
 صدیق ﷺ کی رخصت سے ہوئیں آج وہ بیوا  
 محتاج و مساکین کے گھر میں ہے قیامت  
 کس منہ سے بیاں ہو سکے بس اُن کی حقیقت  
 اللہ سے فریاد ہے اُن کی کہ خدایا  
 کیا تو نے غریبوں کے محافظ کو اٹھایا  
 اب کون ہمیں آ کے سنبھالے گا شبوں کو  
 اور اُن کے پوچھے گا ہم افلاس زدو کو  
 اسحاق یہ اخلاص کا صدقہ ہے سمجھ لو  
 عبرت کیلئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھو!

انہی دنوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک لشکر شام کے  
 لیے دمشق کے گرد پڑا ہوا تھا جس کے فتح ہونے میں کسی قدر وقتیں پیش آ

رہی تھی۔ جس سے لشکرِ صحابہ کو کسی قدر فکر تھی اس لشکر کے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ اے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ! مسلمانوں سے کہہ دو کہ کل صبح انشاء اللہ تعالیٰ شہر دمشق فتح ہو جائے گا۔ یہ فرماتے ہی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت جلدی واپسی کا عزم کیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے نہایت لجاجت سے عرض کیا کہ حضور میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں، حضور کو اس قدر جلدی کیا ہے۔ ذرا دیر تو آرام فرمائیں۔ فرمایا اے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ! آج ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے جن کا جنازہ تیار چھوڑ کر میں یہاں آیا ہوں۔ مجھے جلدی پہنچنا ہے یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جنازے پر موجود ہی نہیں ہوئے بلکہ اُن کو اپنے پہلو میں دفن کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

## نظم

عشق سچا ہو تو پھر ہو یوں وصال  
 باکمالوں سے ملیں یوں باکمال  
 ہم کو سچا ہو اگر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم  
 پھر کبھی ہم رہ نہیں سکتے ملول  
 عشقِ احمد ہے وہی عشقِ احد  
 جانتا ہے جس کو اللہ الصمد

## نبی اکرم ﷺ کا فرمان

ایک شخص نے جناب رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور! مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی پر لعنت نہ کیا کر۔ نیز فرمایا مومن پر لعنت کرنا اُس کے قتل کے برابر ہے۔

نظم

واقعی لعنت ملامت ہے بری  
حلقِ انساں پر چلاتی ہے چھری  
یہ تبرا اور لعنت ہے مذہب کے خلاف  
خود ہی ملعون اُس سے ہو جاتا ہے صاف  
منہ پر مُسلم کے نہ یہ آئے کبھی  
ہے اسی میں خیریت اور بہتری  
بعض لوگ اپنے مخالف کے لیے  
آلہ حربی سمجھتے ہیں اسے  
ہے یہ شیطاں کے فریبوں میں فریب  
کاش ہم بھی جان لیں بس اس کو عیب



## حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

### حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حسب و نسب

آپ کا نام عمر رضی اللہ عنہ ہے آپ بیٹے ہیں خطاب ابن نفیل ابن عبدالعزیٰ کے اور آٹھویں پشت میں آپ کا سلسلہ نسب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو حفص ہے اور لقب فاروق۔ یہ بھی قریش ہیں۔ ان کی والدہ ابو جہل کی ہمیشہ ہیں گویا اس طرح عمر رضی اللہ عنہ حقیقی بھانجے ابو جہل کے ہیں اور ماں باپ دونوں کی طرف سے شریف النسب ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نبوت کے چھٹے سال میں اسلام لائے۔ اُس وقت اُن کی عمر ستائیس برس کی تھی۔ آپ کے اسلام لانے سے پہلے نبوت کے چھ برسوں میں صرف چالیس مرد اور گیارہ عورتیں ایمان لائی تھیں۔ آپ سابقون الاولون اور عشرہ مبشرہ اور خلفائے راشدین میں سے ہیں اور خسر ہیں



حضور نبی اکرم ﷺ کے۔

اسلام میں آنے کے بعد آپ کی اسلامی خدمات انتہائی قابلِ قدر ہیں اسی کے ساتھ آپ کا علم و اخلاق۔ زہد و تقویٰ نہایت ہی بلند کردار کو واضح کرتا ہے مسلمانوں کے ساتھ تواضع و نرمی اور اہل کفر کے ساتھ شدت کا سلوک رہا اور آپ نے اس آیت کریمہ پر عمل کیا۔

حَمْدٌ لِلَّهِ سِوَى اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ  
عَلَى الْكُفَّارِ رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ

ترجمہ: ”محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں، زور آور ہیں کافروں پر (اور) مہربان ہیں آپس میں۔“

(پارہ 26، سورۃ الفتح، آیت نمبر 29)

یعنی محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ کہ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحم دل۔ عدل و انصاف میں انہیں پورا کمال حاصل ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

مکہ معظمہ میں امام الانبیاء سید المرسلین ﷺ نے جب اسلام کی دعوت پہنچانی شروع کی تو آپ نے کفارِ قریش کے بڑے بڑے جھمگٹھوں

میں پہنچ کر بلند آواز سے **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ** کہنا شروع کیا۔ تو اہل مکہ غصہ میں بھڑک اٹھے اور حضور ﷺ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانی شروع کر دیں۔ کبھی پتھر مارتے تھے تو کبھی راستے میں کانٹے بچھاتے تھے تو کبھی آپ پر کوڑا پھینکتے تھے۔ غرض ہر طرح کی ایذائیں دینا ان کا شعار ہو گیا تھا۔ حضور ﷺ کے پاس مسلمانوں کی کوئی بڑی جمعیت تو تھی نہیں کہ کفار سے کھلا مقابلہ کیا جاتا اور وہ رسول ﷺ جنہوں نے طاقت حاصل کر لینے کے بعد بھی ان سے بدلہ نہ لیا اور ہمیشہ ان کی خطاؤں کو معاف ہی کرتے رہے۔ ایسے رسول ﷺ سے یہ کب ممکن تھا کہ کفارِ قریش کو تباہ کرنے کی کوشش کرتے بلکہ وہ رَحْمَتٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ تو ان کے لیے اللہ رب العزت سے یہی دُعا فرماتے رہے کہ اے اللہ ان کو ہدایت دے یہ مجھ کو جانتے نہیں ہیں ورنہ مجھے یہ ایسی ایذائیں نہ پہنچاتے۔

ان کفار کا غصہ اور بھی بڑھ گیا۔ جب کہ یہ آیت نازل ہوئی:

**اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ**

**اللّٰهِ حَصْبُ جَهَنَّمَ ط**

ترجمہ: ”یقیناً تم اور وہ سب جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا ایندھن ہیں جہنم کا“۔

(پارہ 17، سورۃ الانبیاء، آیت نمبر 98)

یعنی تم (مشرکین) اور جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو سب دوزخ میں ڈالے جاؤ گے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کفار کا غصہ اور بھی بڑھ گیا اور وہ حضور ﷺ کے قتل کا مشورہ کرنے لگے اور جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ ان کی تکلیفوں میں بھی اضافہ ہو گیا۔

چنانچہ ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ زید ابن ارقم کے مکان پر تشریف فرما تھے اور دیگر مقتدر اصحاب رضوان اللہ علیہم بھی تشریف فرماتے تھے جن میں جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اُس وقت تک مسلمان اتنے کمزور تھے کہ چھپ کر عبادتِ الہی کیا کرتے تھے اور کھلے طور پر اذان و نماز نہیں ہو سکتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے اس موقع پر اسلام کی سر بلندی اور فروغ کے لیے اللہ رب العزت کی جناب میں یہ دعا فرمائی:

”اللَّهُمَّ اعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ  
بِعَمْرِ بْنِ الْخَطَّابِ وَأَبِي جَهْلٍ بْنِ هِشَامٍ“

یعنی اے اللہ ان دونوں شخصوں یعنی عمر ابن الخطاب اور ابو جہل بن ہشام میں سے جو تجھے محبوب ہو اس کو اسلام کی توفیق عطا فرما کر اسلام کو غلبہ عنایت کر۔

چنانچہ ادھر حضور نبی اکرم ﷺ کی یہ دعا قبولیت کے درجہ کو پہنچی۔ ادھر یہ صورت پیدا ہوئی کہ قریش کے بڑے بڑے سردار حرمِ کعبہ میں جمع

ہوئے اور ابو جہل نے اپنے سرداروں کو مخاطب کر کے کہا کہ اے قریش کے بہادرو! کب تک ابن عبداللہ کی ان زیادتیوں کو برداشت کرتے رہو گے وہ ہم کو تو کہتے ہی تھے کہ تم سب جہنم کا ایندھن ہو مگر اب تو وہ کہتے ہیں تمہارے معبود بھی سب جہنم میں تم کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ تو اب یہ سب باتیں برداشت سے باہر ہو چکی ہیں۔ اے سردارو! اور اے اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کے پختہ کارو! کیا تم اب بھی غور نہیں کرو گے کہ ہمارے معبودوں کی یون توہین ہو اور اس بری طرح مذہب کو حقیر کیا جائے۔ کیا ہم اس قدر بے غیرت ہو گئے ہیں کہ اپنے مذہب کی توہین و تذلیل کانوں سے سنتے رہیں اور آنکھوں سے دیکھتے رہیں اور ہمارے کانوں پر جوں نہ رینگے اور اس مدعی اسلام سے بدلہ نہ لیں کیا تم میں کوئی ایسا بہادر مرد میدان نہیں ہے جو نعوذ باللہ، محمد ابن عبداللہ کو شہید کر کے اُن کا سر میرے پاس لے آئے۔ میں اعلان کرتا ہوں اور لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کوئی اُن کا سر میرے پاس لائے گا اُسے (۱۰۰) اونٹ انعام دوں گا۔

ابو جہل کی اس جوشیلی اور اشتعال دلانے والی تقریر سے سردارانِ قریش میں ایک جوش پیدا ہو گیا اور سب کے چہرے غصے سے سُرخ ہو گئے۔ مگر یہ ہمت کسی کو نہ ہو سکی کہ اس دشوار کام کا بیڑا اٹھائے۔ البتہ سب ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے اور دل میں یہی کہہ رہے تھے کہ



جی داغِ غمِ غیر سے جل جائے تو اچھا  
کاٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا

کہ اتنے میں عمر ابن خطاب غصے میں بھڑک اُٹھے۔ تلوار سونت لی اور کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! مجھے اپنے معبود ہنبل بت کی قسم ہے جب تک اُن کا سر نہ اُتاز لوں گا زمین پر چین سے نہ بیٹھوں گا۔ بس پھر کیا تھا قریش کے سرداروں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور انہیں یقین ہو گیا کہ ابن عبداللہ اب اپنا کام نہ کر سکیں گے اور اس طرح اب ہمارے بتوں کی توہین نہ ہوگی۔ کیونکہ عمر جیسا بہادر اُن کے قتل کا بیڑا اُٹھا کر نکل کھڑا ہوا ہے۔ چنانچہ ابو جہل نے عمر ابن خطاب سے وعدہ اور قسم لے کر رخصت کیا:

نظم

قتل احمد رضی اللہ عنہ کے لیے جبکہ عمر نکلے ہیں  
آسمانوں سے ہزاروں ہی تو سر نکلے ہیں  
یہ قریشی یہ بہادر یہ عرب کا شہ زور  
کس کا یہ خون بہانے کو چلا ہے فی الفور  
رنگ بگڑا نظر آتا ہے خدا خیر کرے  
تیرے پیارے ترے محبوب کی بس خیر رہے

عمر ابن خطاب شمشیر بکف نکلے اور زید ابن ارقم کے مکان کی طرف

روانہ ہوئے تاکہ وہاں پہنچ کر اُس کام کو پورا کریں جس کا بیڑا قریش کے چودھریوں میں حرم کی حدود میں اٹھایا ہے۔ راستے میں ایک صحابی حضرت نعیم رضی اللہ عنہ ابن عبد اللہ نے دیکھا کہ عمر نہایت غصے کی حالت میں ننگی تلوار لیے ہوئے جا رہے ہیں اور عمر کا طور کچھ بے طور ہے۔ کہیں سید عالم ﷺ پر تو کسی نے انہیں اشتعال نہیں دلا دیا ہے۔ عمر کا یہ حال دیکھ کر گھبرا گئے اور کہا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! کیا ارادہ ہے؟ آج شمشیر بکف کس پر تلے جاتے ہو؟ جواب دیا کہ اے نعیم! میں اُس شخص کا سر اتارنے جاتا ہوں جس نے ہمارے معبودوں کی توہین کر کے ہماری عزت کو خاک میں ملا رکھا ہے اور ہمارے آبائی دین کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا سے ڈرو اور اس خیالِ فاسد کو دل سے نکالو۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ اُن کے سمجھانے کا عمر رضی اللہ عنہ پر کوئی اثر نہیں ہوا تو کہا: اے عمر رضی اللہ عنہ! پہلے اپنی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا اور بہنوئی سعید رضی اللہ عنہ کی تو خبر لو کہ وہ دونوں نبی عربی ﷺ پر ایمان لا چکے ہیں اور آسمانی خدا کی عبادت میں مصروف ہیں۔

باہر تو جنگ کرتے ہو گھر کی خبر نہیں

تم جیسا عقل مند بھی کوئی بشر نہیں

اے عمر رضی اللہ عنہ! ابن عبد اللہ پر تو بعد میں حملہ کرنا پہلے اپنے گھر کی خبر لو

اور اُن دونوں کو جا کر اللہ کی بندگی کرتے دیکھو۔ چنانچہ نعیم رضی اللہ عنہ سے یہ سن کر

اُن کا غصہ اور بھڑکا اور دل میں ٹھان لی کہ پہلے ان دونوں کا ہی خاتمہ کرنا چاہئے اور بہن کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اُس وقت ان کی بہن اور بہنوئی مکان کی کنڈی لگائے ہوئے ایک صحابی حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے سورہ طہ کی چند آیتوں کا سبق لے رہے تھے۔

عمر دروازہ پر پہنچے اور کان لگا کر سنا کہ واقعی یہ دونوں اُسی نئے کلام کی تلاوت کر رہے ہیں جسے یہ مسلمان آسمانی خدا کا کلام بتاتے ہیں۔ اس پر ان کا غصہ اور تیز ہو گیا اور زور سے کواڑوں کو دھکا دیا اور کہا کہ جلدی دروازہ کھولو، ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے۔ اُن کی بہن فاطمہ نے آواز پہچانی اور کہا غضب ہو گیا کہ ہمارے اسلام لانے کی عمر کو خیر ہو گئی۔ اب ہمیں وہ ہرگز زندہ نہ چھوڑیں گے کیا کرنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو تو انہوں نے چھپا دیا اور خود بہن دروازہ کھولنے گئیں۔ دروازہ کھولا تو دیکھا کہ بھائی کے تیور آج بدلے ہوئے نظر آتے ہیں غصے سے تھر تھر کانپ رہے ہیں۔ بھائی کو غضبناک دیکھ کر بہن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ عمر نے دریافت کیا سچ بتاؤ کہ تم دونوں اس وقت کیا پڑھ رہے تھے؟ سعید رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہ دونوں لرز گئے اور دہشت کے سبب کچھ جواب نہ دے سکے۔ پھر کہا کہ جلد بتاؤ کیا پڑھ رہے تھے؟ جلدی جواب دو۔ یہ دونوں پھر بھی خاموش رہے جس پر عمر نے اپنی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہ اور بہنوئی سعید رضی اللہ عنہ کو مارنا

شروع کیا اور کہا کہ جلدی بتاؤ کیا تم نے محمد ﷺ کا دین اختیار کر لیا ہے؟ بہن کے سر اور منہ سے خون جاری ہو گیا۔ فاطمہ ؓ نے اپنے آپ کو سنبھالا اور فرمایا کہ اے عمر! خدا کے لیے اپنا ہاتھ روکو اور میری بات سنو! اے بھائی میں سچائی کا اظہار کر کے تم کو یقین دلاتی ہوں کہ میرا دین و ایمان یہ ہے کہ اللہ ایک ہے نہ کسی نے اُسے جنا اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کا شریک ہے وہ ایک اکیلا وحدہ لا شریک ہے اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ اُس خدائے واحد کے بھیجے ہوئے سچے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ہماری ہدایت کے لیے بھیجا ہے تاکہ وہ ہم کو سیدھا راستہ دکھا کر گمراہی سے بچائیں اور دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچائیں۔ بہنوئی سعید ؓ نے بھی یہی بات کہی کہ اے عمر ہم دونوں میاں بیوی بتوں کو چھوڑ کر خدائے واحد کے پیروکار ہو گئے ہیں اور ہم نے تم کو اصل بات بتا دی۔ اب جو تمہارا جی چاہے سو کرو بہن اور بہنوئی کی یہ باتیں سن کر ان کے دل پر کسی قدر اثر ہوا۔ کچھ غصہ کم ہوا تو کہا۔ اچھا دکھاؤ وہ کیا تھا جسے تم دونوں پڑھ رہے تھے؟

فاطمہ ؓ نے کہا: کہ وہ تو خدائے واحد کا پاکیزہ کلام ہے اور تم بتوں کی پرستش کے سبب ناپاک ہو۔ تا وقتیکہ تم پاک نہ ہو۔ اُس کلامِ پاک کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ اس پر عمر ؓ بولے کیا کوئی ترکیب ایسی ہے کہ میں اُس کلامِ پاک کو اپنے ہاتھ میں لے سکوں؟

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو وضو کرایا اور کہا کہ بھائی اب تم اس کلام کو اپنے ہاتھ میں لے سکتے ہو۔ اس کو پڑھو اور اس کی کشش پر غور کرو۔ وہ صحیفہ آپ کے ہاتھ میں دیا اور آپ نے پڑھنا شروع کیا۔ پہلی نگاہ جو ان آیتوں پر پڑی تو عمر رضی اللہ عنہ سن ہو گئے۔ اُس کی بلاغت کلام اس کے معانی و مطالب میں غرق ہونے لگے۔ وہ آیتیں یہ تھیں:

ظُهُ ۱ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ

لِتَشْقَى ۲ إِلَّا تَذَكُّرٌ لِّمَنْ يَخْشَى ۳

تَنْزِيلًا مِّنْ خَلْقِ الْأَرْضِ

وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَى ۴ الرَّحْمٰنُ عَلَى

الْعَرْشِ اسْتَوَى ۵ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ

وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ

الْثَّرَى ۶ وَإِنْ تَجْهَرُ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ



السِّرُّ وَآخُفِي ⑤ اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ط لَهُ  
 الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى ⑥ وَهَلْ أَتَاكَ  
 حَدِيثُ مُوسَى ⑦ إِذْ رَأَى نَارًا فَقَالَ  
 لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنستُ نَارًا لَعَلِّي  
 آتِيكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجْدٍ عَلَى  
 النَّارِ هُدًى ⑩ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ يَمْوَسَى ⑪  
 إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ  
 بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ⑫ وَأَنَا  
 اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَى ⑬ إِنِّي أَنَا  
 اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ

الصَّلَاةَ لِيَذْكُرُنِي ۝۱۴ إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ

أَكَادُ أُخْفِيهَا لِيُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

تَسْعَى ۝۱۵

ترجمہ: ”ظہ (اے محمد ﷺ) ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لیے جو اللہ سے ڈرتا ہو۔ اُس ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے وہ رحمن ہے اور عرش معلیٰ پر جلوہ آرا ہے۔ اسی کی ملک ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو ان دونوں کے درمیان میں ہیں اور جو تحت الثریٰ میں ہیں۔ اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور اُس سے بھی زیادہ خفی بات کو جانتا ہے۔ وہ اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُس کے اچھے اچھے نام ہیں اور کیا (اے نبی ﷺ) آپ کو موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی خبر بھی پہنچی ہے جبکہ انہوں نے ایک آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم ٹھہرے رہو۔ میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ شاید اُس میں سے تمہارے پاس کچھ آگ لے آؤں یا وہاں آگ کے پاس راستے کا پتہ مجھ کو مل جائے۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام

آگ کے پاس پہنچے تو آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں تمہارا رب ہوں۔ پس تم اپنی جوتیاں اتار دو کیونکہ تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو اور میں نے تم کو نبی منتخب فرمایا۔ سو جو کچھ وحی کی جا رہی ہے اُس کو سنو (وہ یہ ہے) کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ (اے موسیٰ) میری ہی عبادت کرو اور نماز پڑھا کرو میری یادگاری کے لیے۔ اس میں شک نہیں کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اور میں اس کو تمام مخلوق سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ اُس دن ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ مل جائے۔“

(پارہ 16 - سورۃ طہ - 1 تا 15)

ان آیتوں کا پڑھنا تھا کہ عمر ابن خطاب کے جسم میں ایک لرزہ پیدا ہو گیا۔ کانپ اُٹھے اور زار زار رونا شروع کر دیا۔ اس قدر روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں اور کہا کہ بے شک یہ کلام خدائے واحد کا ہے۔ انسان کے کانوں نے آج تک ایسا کلام نہیں سنا۔ درحقیقت یہ کلام آسمانوں اور زمین کے رب کا ہے۔ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! مجھے جلد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلو۔ کیونکہ اب مجھے مفارقت گوارا نہیں۔

مثنوی:- آنکہ طہ طہار تش دادہ

وانکہ یسین امار تش دادہ

جب یہ صورت ہوئی اور یہ الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت

خبا ب ﷺ نے سنے جو ان کے ڈر سے چھپ گئے تھے تو وہ باہر نکل آئے اور کہا کہ اسے سعید ﷺ اور اے فاطمہ ﷺ! مبارک ہو تمہارے بھائی کے حق سید المرسلین ﷺ کی دُعا قبول ہو گئی اور ابو جہل محروم رہ گیا۔ آج اور ابھی کی بات ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دُعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! ابو جہل یا عمر ﷺ کو مسلمان کر دے۔ سو الحمد للہ وہ دُعا تمہارے بھائی کے حق میں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

سعید ﷺ نے عمر ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور سرورِ کائنات نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لے کر چلے۔ اس وقت حضور ﷺ زید ابن ارقم ﷺ کے مکان میں رونق افروز تھے جب یہ دونوں دروازے پر پہنچے تو دروازہ کھولنے کے لیے عمر ﷺ نے آواز دی۔ وہاں دروازہ پر حضرت حمزہ ﷺ کھڑے تھے جو حضرت عمر ﷺ کی آواز کو پہچان گئے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم میں کچھ خوف پیدا ہوا کہ خدا خیر کرے عمر آ پہنچا۔ حضرت حمزہ ﷺ جوش میں آ کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ عمر کے ساتھ اگر اللہ تعالیٰ بھلائی کرنی چاہتا ہے تو اُسے اسلام کی توفیق عطا کرے گا اور اگر کوئی اور بات ہے تو آج عمر ﷺ ہمارے ہاتھوں قتل ہو گا۔ حضرت عمر نے پھر باہر سے آواز دی کہ اے محمد رسول اللہ آپ میرے لیے دروازہ

کھولیں۔ میں آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہونے اور آپ پر اپنی جان قربان کرنے آیا ہوں۔ دروازہ کھولا گیا اور حضور ﷺ باہر تشریف لائے۔ آنکھیں چار ہوتے ہی حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گلے سے لگا لیا اور اس زور سے بھینچا کہ عمر رضی اللہ عنہ جیسے شہ زور بھی پسینے پسینے ہو گئے اور فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ کب تک ہم سے الگ رہو گے اور کب تک بتوں کو پوجتے رہو گے اور کب اللہ واحد پر ایمان لاؤ گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے اور تھر تھر کانپ رہے تھے۔ فوراً باواز بلند کہا: اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولَ اللَّهِ - صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جتنے وہاں موجود تھے عمر رضی اللہ عنہ کا کلمہ سن کر افراطِ خوشی میں بے خود ہو گئے اور سب نے بے ساختہ اللہ اکبر نہایت بلند آواز سے کہا کہ سارا محلہ گونج اٹھا۔ ایک عجیب کیفیت کا عالم تھا۔ حضور ﷺ اور عمر رضی اللہ عنہ آمنے سامنے کھڑے ہیں۔ صحابہ کرام کھڑے ہیں اور حضرت جبریل امین علیہ السلام بھی موجود ہیں اور ہزار ہا فرشتے زمین سے آسمان تک تہ تہ کھڑے ہیں جو عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے پر حضور ﷺ کو مبارکباد دینے آئے اور بتایا کہ يَا مُحَمَّدٌ قَدْ اسْتَبْتَزَ اَهْلُ السَّمَاءِ الْيَوْمَ بِاسْلَامِ عُمَرَ یعنی اے محمد ﷺ! آج عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی وجہ سے تمام اہل آسمان خوش اور شادماں ہیں۔



نظم

مبارک ہو عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے  
 مبارک ہو عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے  
 مبارک اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسلام ان کا  
 رکھو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نام ان کا  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم اب دیکھنا ان کی شجاعت  
 کہ ہے تلوار ان کی اک قیامت  
 فقط اسلام آج ان کا نہیں ہے  
 مسلمان بلکہ اب ساری زمیں ہے  
 عرب سے تا عجم لرزا پڑے گا  
 خدا کا شیر بن کر یہ لڑے گا  
 چڑھائے گا جب اپنی آستیں کو  
 ہلا ڈالے گا یہ روئے زمیں کو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب یہ کیسے ممکن ہے  
 کہ مشرکین تو لات و عزّٰی بتوں کی عبادت اعلانیہ کرتے رہیں اور  
 خدائے وحدہ لا شریک کی عبادت کرنے والے چھپ کر عبادت کریں۔  
 جھوٹے معبودوں کی عبادت تو ظاہر میں کی جائے اور زمین و آسمان کے

پیدا کرنے والے کی عبادت مخفی طور پر کی جائے چنانچہ حضور اکرم ﷺ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضور کے داہنی طرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، بائیں طرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں، پیچھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور آگے آگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ چل رہے ہیں۔ پھر حرم شریف میں داخل ہوئے جہاں سردارانِ قریش مع ابوجہل کے اس انتظار میں تھے کہ اب عمر سر لائے گا اور یہ قصہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔ مگر ان کی آنکھوں نے کچھ اور ہی دیکھا تو دریافت کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ یہ کیا بات ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، اللَّهُ أَكْبَرُ اور فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے ہلے گا تو میں اُسے قتل کر دوں گا۔ مگر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انتہائی بے جگری کے ساتھ نہ صرف اُن کا مقابلہ کیا بلکہ اُن کو حرم کی حدود سے باہر نکال دیا۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ کعبہ کے اندر (۲) رکعت نماز ادا کی۔

اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ جناب محمد رسول ﷺ کے دستِ یار بن گئے۔ یہ فقط اُس سچی توبہ اور حضور کی اُس سچی جاں نثاری کا نتیجہ ہے۔  
ورنہ!

نظم

خدا اور بندے میں رشتہ نہیں ہے  
 کسی حیثیت سے علاقہ نہیں ہے  
 اگر ہے علاقہ تو بس ہے یہی  
 اگر ہے رشتہ تو بس ہے یہی  
 کہ بس آدمی اُس کا بندہ بنے  
 اُسی کے ہی دروازے پر آگرے  
 عمر رضی اللہ عنہ کی وہ توبہ، وہ خوفِ خدا  
 اسی سے ہی اعزاز اُن کو ملا!  
 ہمیں آج توبہ سے نفرت ہوئی  
 جیسی تو ہماری بُری گت ہوئی  
 نہ خوفِ خدا اور نہ توبہ نصیب  
 ہماری بھی حالت ہوئی ہے عجیب

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمان نماز دوگانہ سے فارغ ہوئے تو

یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ

ترجمہ: ”اے نبی ﷺ! کافی ہے تمہارے لیے اللہ اور ان لوگوں کے لیے بھی جو تمہارے پیروکار ہیں مومنوں میں سے“

(پارہ 10، سورۃ الانفال، آیت نمبر 64)

یعنی اے نبی ﷺ آپ کیلئے کافی ہے اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں میں سے وہ جو آپ کے تابع فرمان ہیں۔ اس وقت مسلمانوں کی خوشی اور کفار مکہ کے غم کا یہ عالم تھا کہ گویا مسلمانوں کے یہاں عید ہے اور اہل کفر کے یہاں ماتم۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا مسلمانوں کی فتح تھی اور کفار کی شکست اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے اسلام کا ظہور ہو گیا۔ اسلام کی دولت آشکارا ہونے لگی اور مسلمان کعبہ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھنے لگے اور علی الاعلان کعبہ کا طواف کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا اللہ رب العزت نے قبول فرمائی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے اسلام اور مسلمانوں کو اس قدر طاقت و قوت حاصل ہوئی کہ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ رب العزت، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درجوں کو بلند فرمائے۔ آمین!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اور تائیدِ الہی

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کسی معاملہ میں یہ کہتے تھے کہ ”میرا اس بارے میں یہ خیال ہے“ تو ہمیشہ وہی پیش

آتا تھا جو ان کا گمان ہوتا تھا۔ اس سے زیادہ اصابت رائے کی کیا دلیل ہوگی کہ ان کی بہت سی رائیں مذہبی احکام بن گئیں اور آج تک قائم ہیں۔ نماز کے اعلان کے لیے جب ایک معین طریقہ کی تجویز پیش ہوئی۔ لوگوں نے مختلف رائیں پیش کیں۔ کسی نے ناقوس کا نام لیا تو کسی نے گھڑیاں تجویز کیا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی کیوں نہ مقرر کیا جائے جو نماز کی منادی کیا کرے۔ یہ تجویز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند آئی اور اسی کی اجازت مل گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان کہیں اور اذان کی ترتیب بیان فرمادی۔ چنانچہ اذان کا طریقہ قائم ہو گیا اور حقیقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ مؤثر اور موزوں طریقہ کوئی ہو بھی نہیں سکتا۔

جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے ارشاد فرمایا کہ **الْحَقُّ يَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ** یعنی عمر رضی اللہ عنہ کی زبان حق بات بولتی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلوص کو ربُّ العزت کی درگاہ میں وہ درجہ اور وقعت حاصل تھی کہ انکی رائے اور ان کی تجویز کی تائید میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی آیات قرآن مجید میں نازل ہوئیں۔ جس کی چند مثالیں یہ ہیں۔

۱۔ ترک مقامِ ابراہیم کو مصلے بنایا گیا:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے ہوئی کہ خانہ کعبہ کے طواف سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت تحیۃ الطواف مقامِ ابراہیم کے پیچھے پڑھنی



چاہئیں نہ کہ تمام حرم میں اور نہ تمام عرفات میں اور اس بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ اتَّحَدْنَا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلِّیْ كَمَا اے اللہ کے رسول اگر ہم مقامِ ابراہیم علیہ السلام کو مصلے بنائیں تو اچھا ہے۔ چنانچہ آپ اسی کے لیے دُعا بھی کیا کرتے تھے کہ ایک روز حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر آئے:

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا  
وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلِّیًّا

ترجمہ: ”اور جب بنایا ہم نے بیت اللہ کو مرکز لوگوں کے لیے اور امن کی جگہ اور (حکم دیا کہ) بناؤ مقامِ ابراہیم علیہ السلام کو نماز پڑھنے کی جگہ۔“

(پارہ 1، سورۃ البقرہ، آیت نمبر 125)

یعنی جب ہم نے کعبہ کو لوگوں کے لیے جائے عبادت اور جائے امن بنایا (تو حکم دیا) کہ مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیا کرو۔

۲۔ ترکِ اسیرانِ بدر:

اسیرانِ جنگِ بدر کے معاملہ میں جب اختلافِ رائے ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو رائے دی اس کی تائید میں وحی نازل ہوئی۔ فتوحِ الشام میں واقدی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ جب جنگِ بدر ہوئی اور کفار قیدی ہو کر آئے تو مسلمانوں سے نبی اکرم ﷺ نے مشورہ کیا۔ حضرت جبریل امین تشریف لائے اور مشورہ دیا حضور ﷺ کو کہ آپ کو اختیار ہے چاہے قتل کریں ان قیدیوں کو چاہے فدیہ لے کر چھوڑ دیں۔ اسی کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ جتنے قیدی فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جائیں گے اتنے ہی مسلمان آئندہ سال شہید ہوں گے۔ چنانچہ بعض مسلمانوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس سال فدیہ لے لیں اور آئندہ سال ان کفار کے ہاتھوں شہید ہو کر جنت کے حقدار ہو جائیں۔ مگر حضور ﷺ کو برابر تردد تھا اور آپ نے کوئی فیصلہ نہیں فرمایا۔ اسی دوران میں کفار نے حضرت صدیق اکبر ﷺ کو بلایا اور ان سے درخواست کی ہمارے درمیان میں مسلمانوں کے بھائی، چچا، بھتیجے وغیرہ سب ہیں۔ آپ حضور سے ہماری سفارش کریں کہ وہ ہمیں چھوڑ دیں اور فدیہ لے لیں۔ چنانچہ صدیق اکبر ﷺ حضور ﷺ کی خدمت حاضر ہوئے اور بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں یہ درخواست پیش کی۔ حضور ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضور ﷺ کو مشورہ دیا کہ یہ لوگ مسلمانوں کو آئندہ سخت نقصان پہنچائیں گے۔ ان کو ٹھکانے لگا دینا ہی مناسب ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو پھر حضرت صدیق ﷺ تشریف لائے اور وہ ہی پہلی سفارش کی ان کے جانے کے بعد پھر حضرت

عمر رضی اللہ عنہ آئے اور وہی پہلی بات کہی۔ نبی اکرم ﷺ نے کسی کو کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آخر حضرت جبریل علیہ السلام کے مشورہ کے مطابق حضور نے تمام مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ چاہے وہ فدیہ لے کر چھوڑ دیں جس کو چاہیں اور چاہے قتل کریں چنانچہ اس پر عمل کیا گیا کچھ قیدی قتل ہوئے۔ کچھ فدیہ لے کر چھوڑ دیئے گئے۔ اس کے ایک سال بعد جنگ احد ہوئی اور انہیں کفار مکہ کے ہاتھوں بہت سے مسلمان شہید ہوئے تو آیت نازل ہوئی:

مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّىٰ

يُنْخَنَ فِي الْأَرْضِ طَيْرٌ يُرِيدُونَ عَرَضَ

الدُّنْيَا ۗ وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ

عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾

ترجمہ: ”نہیں ہے زیبا کسی نبی کو کہ ہوں اُس کے پاس قیدی جب تک کہ (نہ) کچل دے پوری طرح (دُشمنوں کو) زمین میں۔ تم چاہتے ہو فائدے دُنیا کے۔ اور اللہ چاہتا ہے (تمہارے لیے) آخرت۔ اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔“

(پارہ 10، سورۃ الانفال، آیت نمبر 67)

یعنی یہ کہ نبی ﷺ کی شان کے لائق نہیں کہ اُن کے قیدی باقی رہیں۔ جب تک وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی نہ کر لیں (اے مسلمانو!) تم تو دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی بہتری) چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا زبردست حکمت والا ہے۔

اس طرح یہ آیت حضرت عمرؓ کی تائید میں نازل ہوئی۔

### ۳۔ ترکِ پردہ کا حکم:

حضور اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں پہلے پردے کا رواج کم تھا۔ حضرت عمرؓ کو بارہا اس بات کا خیال ہوا اور اس خیال کو انہوں نے سرور کائنات کے حضور میں بھی پیش کیا لیکن حضور ﷺ وحی کا انتظار فرماتے رہے۔ چنانچہ یہ آیتِ حجاب نازل ہوئی:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ

تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى

ترجمہ: ”اور ٹک کر رہو اپنے گھروں میں اور نہ دکھاتی پھرو (اپنی سج دھج) سابق دورِ جاہلیت کی طرح“

(پارہ 22، سورۃ الاحزاب، آیت نمبر 33)

یعنی تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے

دستور کے مطابق مت پھرو۔

ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ جو لوگ حضور ﷺ کے در دولت پر مختلف ضرورتوں سے آتے ہیں ان میں بھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور بعض موقعوں پر بات چیت بھی کرنی پڑتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اگر عورتیں پس پردہ رہ کر بات کریں تو بہت مناسب ہو۔ حضور ﷺ نے بھی اس کو پسند فرمایا مگر وحی کا انتظار رہا۔ چنانچہ چند روز بعد آیت نازل ہوئی:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ  
وَّرَاءِ حِجَابٍ ط

ترجمہ: ”اور اگر مانگنا ہو تمہیں نبی ﷺ کی بیویوں سے کوئی سامان تو مانگو ان سے پردے کے پیچھے سے۔“

(پارہ 22، سورۃ الاحزاب، آیت نمبر 53)

یعنی (غیر مردوں کے لیے آیا کہ) جب تم ان (عورتوں) سے کوئی

چیز مانگو تو پردے سے باہر رہ کر مانگا کرو۔

۴۔ ترک نہ آنے کی اجازت لینے کا حکم:

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بات پسند نہ کرتے تھے کہ کسی کے گھر



میں کوئی دوسرا بغیر اجازت اندر آئے۔ چنانچہ ایک روز یہ واقعہ پیش آیا کہ آپ اپنے مکان میں سو رہے تھے کہ ایک آدمی آپ تک پہنچ گیا آپ کو یہ بات بہت ناپسند ہوئی اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ

”اللَّهُمَّ حَرِّمِ الدُّخُولَ يَا اللَّهُ“

یعنی ”اے اللہ گھروں میں داخل ہونا غیر مردوں کو حرام کر دے۔“  
چند دن نہ گزرے تھے کہ حضور آقائے نامدار ﷺ پر یہ آیت نازل

ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ  
بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ط

ترجمہ: ”اے ایمان والو! نہ داخل ہو گھروں میں سوائے اپنے گھروں کے جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور سلام (نہ) کر لو گھر والوں کو۔“

(پارہ 18، سورۃ النور، آیت نمبر 27)

۵۔ ترک عائشہ صدیقہ کی بریت:

جب اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر کچھ دشمنوں نے ایک بہتان باندھا اور اُس کو آپس میں کافی شہرت دی اور نبی اکرم ﷺ تک وہ

بات پہنچی تو آپ کو بہت رنج ہوا اور اس بارے میں حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں یہ ارشاد فرمائیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آنحضور ﷺ کے ساتھ کس کے حکم سے ہوا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا ہے عرض کیا تو پھر کیا جناب کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک عیب دار بیوی کو آپ کے نکاح میں دیا ہے اور اُس کے عیب آپ سے مخفی رکھے ہیں کیا یہ ممکن ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ ایک بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ اس بات سے کہ عیب دار بیوی آپ کو دے۔ چنانچہ قرآن میں نازل ہوا:

**سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾**

ترجمہ: ”سبحان اللہ یہ تو ایک بہتانِ عظیم ہے۔“

(پارہ 18، سورۃ النور، آیت 16)

یعنی (اے اللہ) تیری ذات پاک ہے یہ تو بڑا بہتان ہے۔ اس تہمت طرازی اور بہتان بندی کے واقع کو قصہ افک کہتے ہیں۔

قصہ افک:

یہ ایک بہت بڑا بہتان ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا جو بہت اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے:

تفسیرِ روح البیان میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب سفر کا ارادہ کرتے تھے تو قرعہ ڈالتے تھے اور ازواجِ مطہرات میں سے جس کا نام نکلتا تھا اس کو سفر میں ساتھ لیتے تھے۔ چنانچہ جب ارادہ ہوا غزوہ مصطلق کا جس کو غزوہ مرتب بھی کہتے ہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام قرعہ میں آیا۔ یہ ہجرت کا پانچواں سال تھا اور پردے کی آیت اس سے دو برس پہلے نازل ہو چکی تھی اور کوئی عورت کسی مرد کے سامنے نہ ہوتی تھی۔ جب اس غزوہ سے فارغ ہو کر حضور ﷺ مدینہ واپس تشریف لے جا رہے تھے تو ایک منزل میں اترے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ میں قضائے حاجت کے لیے جنگل کی طرف گئی تو لشکر سے کافی دور نکل گئی۔ جب واپس پہنچی تو معلوم ہوا کہ میں اپنے گلے کا ہار کہیں گرا آئی۔ یہ لے لے کا ہار ہڈی کا بنا ہوا تھا اور اس کی قیمت بارہ درم تھی۔ میں نے خیال کیا کہ یہ ٹوٹ کر گر گیا ہے میں اس کی تلاش میں پھر لوٹی اور ڈھونڈنے میں کافی دیر لگ گئی۔ ہار تو مل گیا مگر اس دوران میں جمال نے میرا شعڈف اونٹ پر کس دیا اور لشکر فوراً ہی کوچ کر گیا جب میں واپس پہنچی تو لشکر کا کوئی آدمی بھی موجود نہ پایا تو میں اسی جگہ اس امید میں بیٹھ گئی کہ لشکر سے اب کوئی میری تلاش میں آئے گا۔ مجھے نیند کا غلبہ ہوا اور میں چادر اوڑھے ہوئے سو گئی تو صفوان ابن معطل رضی اللہ عنہ وہاں آئے جن کے ذمہ یہ خدمت تھی کہ وہ لشکر کے

روانہ ہونے کے بعد لشکر کے قیام کی جگہ پہنچیں اور جو کچھ لشکر کے سامان کا  
 گرا پڑا رہ گیا ہو اسے اٹھا لائیں۔ جب حضرت صفوان رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں  
 نے مجھے مثل گٹھری کے دیکھا تو میں نے حرکت کی اور کہا کہ مجھے گٹھری سمجھ کر  
 ہاتھ نہ لگانا میں عائشہ رضی اللہ عنہا ہوں اور لشکر سے پیچھے رہ گئی ہوں۔ ان کے منہ  
 سے نکلا **إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** اور اونٹ لا کر میرے پاس  
 بٹھا دیا۔ میں بچاؤر میں لپٹی ہوئی اونٹ پر سوار ہو گئی اور میرا اونٹ اگلی منزل  
 میں لشکر سے آ ملا۔ وہاں کچھ منافقوں نے اور ان کے سردار عبداللہ ابن ابی  
 نے تہمت طرازی کی اور کچھ اوروں کو بھی اپنا ہم خیال بنا لیا۔ جب میں  
 مدینہ پہنچی تو بیمار ہو گئی اور ایک مہینہ تک بیمار رہی۔ مگر اس وقت تک کسی  
 بہتان بندی کا کوئی علم مجھے نہ ہو سکا تھا۔ البتہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو  
 میری بیماری میں وہ محبت و شفقت نہیں ہے جو پہلے تھی۔ میں بیماری کی  
 حالت میں ہی اپنے والد کے گھر آ گئی اور ایک مہینے میں صحت یاب ہوئی۔  
 پھر ایک روز میری پھوپھی سے اس تہمت کے بارے میں مجھے معلوم ہوا تو  
 مجھے سخت رنج و صدمہ ہوا اور میں رات دن اس بہتان کے غم میں روتی تھی۔  
 ادھر میرے آقا و مولیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کبار  
 رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا تو سب ہی نے کہا کہ یہ صریح بہتان  
 ہے اور عائشہ اس الزام سے بری ہیں۔ ایک روز میں اپنے والد کے گھر میں

بیٹھی رو رہی تھی اور میرے والد بھی میرے پاس ہی بیٹھے تھے کہ ایک عورت انصار کی اجازت لے کر گھر میں آئی اور وہ بھی میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میرے قریب تشریف فرما ہوئے۔ جو عرصہ ایک ماہ سے میرے قریب نہ بیٹھے تھے اور فرمایا کہ ”اے عائشہ اگر تو الزام سے بری ہے تو اللہ تعالیٰ تیری صفائی کی وحی مجھ کو فرمادے گا اور اگر تجھ سے یہ گناہ ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کر کہ وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔“

حضور تو ایسا فرماتے تھے اور میں برابر روتی جاتی تھی۔ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ تم ہی اس بات کا جواب دو۔ مگر وہ بھی کچھ نہ کہہ سکیں تو میں نے کہا کہ میں سچی ہوں اور اس الزام سے بری ہوں۔ میں صبر کرتی ہوں اور اُمید رکھتی ہوں کہ انشاء اللہ میرا اللہ مجھے اس الزام سے بری کر دے گا۔

میں دیتی ہوں عرضی شہنشاہ کو  
میں مختار کرتی ہوں اللہ کو  
کرے گا مجھے فضل سے اپنے پاک  
خُودوں کے ڈالے گا وہ منہ میں خاک

صبرے کینم تا کرم اوچہ می گند  
با این دل شکستہ غم اوچہ می گند



صبر کراے دل کہ دیکھیں اب یہ غم کرتا ہے کیا  
 اب مجھے کھاتا ہے غم یا کچھ دکھاتا ہے مزا  
 میری صفائی اللہ کے رسول ﷺ پر واضح ہو جائے گی یا وحی غیر قرآنی  
 نازل ہو جائے گی میں ابھی یہ کہہ ہی رہی تھی کہ میرے رب نے مجھ پر اپنا  
 فضل فرما دیا اور اپنے نبی ﷺ کو میرے باپ کے گھر سے اُٹھنے بھی نہ دیا کہ  
 وحی کا نزول شروع ہو گیا اور اس زور شور سے وحی آئی کہ حضور کو چادر اڑھائی  
 گئی اور تکیہ سرھانے رکھا گیا اور جب آپ کو وحی سے فراغت ہوئی تو چہرہ  
 مبارک پر پسینے کے موتی چمک رہے تھے۔ آیات کے تلاوت فرمانے سے  
 قبل حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ مبارک ہو تجھ کو کہ اللہ رب العزت  
 نے تجھے بری فرما دیا ہے اس کے بعد آپ نے ساری آیتیں تلاوت  
 فرمائیں۔ قرآن مجید فرقانِ حمید کے اٹھارویں پارے قد افلح المؤمنون  
 میں سورہ نور میں دو رکوع یعنی دوسرا اور تیسرا رکوع اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ  
 صدیقہ ﷺ کی بریت میں نازل ہوئے۔ ان میں سولہ آیتیں ہیں۔ اللہ اکبر  
 اللہ رب العزت نے حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ کا کتنا بڑا مرتبہ کیا۔  
 وہ فرماتی ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے برابر دعا کرتی تھی کہ اے اللہ تو  
 ہی سارے غموں اور مصیبتوں کو دفع کرنے والا۔ تو ہی ہے اندھیروں کو  
 اُجالوں میں بدلنے والا اور تو ہی ہے عدل و انصاف کرنے والا۔ میرے اس

غم کو غلط کر دے۔ اور میری بریت فرما دے۔ فرماتی ہیں کہ میں جب یہ دُعا کرتی تھی تو مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ میری بریت میں قرآن نازل ہوگا اور اس طرح قیامت تک یادگار رہے گا۔ بلکہ میرا خیال تو یہ تھا کہ شاید خواب میں حضور ﷺ پر میری صفائی واضح ہو جائے گی۔ یا وحی غیر قرآنی نازل ہو جائے گی۔ مگر میرے رب نے مجھ پر حد و بس فضل فرما دیا:

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِآيَاتِنَا كُفْرًا  
لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

ترجمہ: ”بلاشبہ وہ لوگ جو گھڑ کر لائے ہیں بہتان، ایک جتھا ہیں تم میں سے، مت سمجھو تم اس واقعہ کو شر اپنے لیے بلکہ وہ خیر ہے تمہارے لیے۔“

(پارہ 18، سورۃ النور، آیت نمبر 11)

یعنی تحقیق جن لوگوں نے یہ بہتان باندھا ہے۔ وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے اور تم اس بہتان بندی کو اپنے حق میں برانہ سمجھو بلکہ یہ باعتبار انجام کے تمہارے حق میں بہتر ہے وغیرہ (یہاں سے برابر دو رکوع یعنی سولہ آیتیں قرآن مجید میں یا کسی تفسیر میں مطالعہ کر لیں) اس جماعت سے مراد مدینے کے وہ منافقین ہیں جن کو سردار عبداللہ ابن ابی منافق تھا۔ جو ظاہر میں مسلمانوں کے ساتھ تھا لیکن حقیقت میں مسلمانوں کا مخالف تھا۔

۲۔ ترک منافق کی نماز جنازہ کی ممانعت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ ابن ابی منافق مرا تو اس کے لڑکے نے جو خلوص دل سے مسلمان تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس درخواست کو قبول فرما کر کھڑے ہو گئے مگر میں بھی کھڑا ہو گیا اور سامنے آ کر میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ ابن ابی کے جنازہ پر نماز پڑھیے گا؟ یہ تو اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اور فلاں فلاں موقعوں پر اس نے اسلام کی جڑیں کھوکھلی کی ہیں اور آپ کی شان میں گستاخیوں کی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھتے جاتے تھے اور میں برابر ہی کہے جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں یہ عرض کر ہی رہا تھا کہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَأْتِيهِ

لَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ

وَسُؤِلِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَسِقُونَ ﴿۸۳﴾

ترجمہ: ”اور نہ نماز (جنازہ) پڑھنا تم کسی کی ان میں سے جو مر جائے، کبھی

بھی اور نہ کھڑے ہونا (دُعا کے لیے) اُس کی قبر پر، بے شک انہوں نے کفر کیا اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ اور وہ مرے ہیں اس حالت میں کہ وہ سرکش تھے۔

(پارہ 10، سورۃ التوبہ، آیت نمبر 84)

حضور اکرم ﷺ تو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ تھے۔ وہ سب ہی کی بھلائی چاہتے تھے۔ آپ نے ابنِ اُبی کے کفن کے لیے اپنا گرتہ مبارک بھی دے دیا تھا جس میں اُس کو کفنایا گیا تھا اور اپنا لعابِ دہن بھی اُس کے ہونٹوں پر لگایا تھا کہ کسی طرح اس کی بخشش ہو جائے مگر ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ اُس کے حکم اور ارادہ کے آگے سب کچھ ہیچ ہے۔

۷۔ ترکِ شراب اور جوئے وغیرہ کا حرام ہونا:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بات کو بڑی شدت کے ساتھ محسوس کرتے تھے کہ شراب سے بہت نقصانات ہیں اور چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اسے حرام کر دے تو اچھا ہوا اور اس کے لیے اکثر دُعا کیا کرتے تھے۔ جس کو مُسْتَدْرِك نے اس طرح روایت کیا ہے:

”اِنَّ عُمَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَيْنَ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شَافِيًا“

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دُعا تھی کہ اے اللہ شراب کے بارے میں ہمارے لیے صاف صاف بیان فرما دے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیات

نازل ہوئیں:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ  
قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ

ترجمہ: ”پوچھتے ہیں تم سے (حکم) شراب اور جوئے کا، کہہ دو ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔“

(پارہ 2، سورة البقرہ، آیت نمبر 219)

یعنی (اے نبی) آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں یہ لوگ دریافت کرتے ہیں تو آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور دوسری آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ



يُوقِعُ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي  
الْخَيْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيُصِدِّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَ  
عَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ①

ترجمہ: ”اے ایمان والو! بلاشبہ شراب اور جوا اور بت اور پانسے (یہ سب) گندے شیطانی کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ اصل بات یہ ہے کہ چاہتا ہے شیطان کہ ڈلو اپنے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض، شراب سے اور جوئے سے اور روکے تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے تو کیا تم باز آنے والے ہو ان (چیزوں) سے؟“

(پارہ 7، سورۃ المائدۃ، آیات نمبر 90 تا 91)

یعنی اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور بتوں کے تھان اور فال (کھولنے) کے پاسے یہ سب گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تم میں آپس میں دشمنی اور بغض ڈلوادے اور تم کو یادِ الہی اور نماز سے باز رکھے۔ تو کیا (اب بھی) تم باز آؤ گے (یا نہیں)

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انصاف / ابو شحمہ رضی اللہ عنہ کو سزا:

ازالۃ الخفاء میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مجلس میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل بیان ہو رہے تھے۔ اثنائے گفتگو میں خلیفہ دوم حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کا نام آیا تو جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فوراً آنسو جاری ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ روتے روتے بیہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں جب ہوش آیا تو کہا۔ اللہ رب العزت اُس شخص پر ایسی رحمت کاملہ نازل فرمائے جو قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور قرآن کے حکم کے مطابق اللہ کی بتائی ہوئی حدوں کو قائم کرتا ہے اور اس بارے میں کسی کی ملامت کا ذرا بھی خیال نہیں کرتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! میں نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے فرزند ابو شحمہ رضی اللہ عنہ پر حد جاری کی اور اپنے پدری جوش کو اللہ کے حکم کے آگے خاک کر دیا۔ اس پر لوگوں نے دریافت کیا کہ ہمیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ سنائیے کہ وہ کیسا دلسوز سانحہ ہے جس کی یاد نے آپ کو بیہوش کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک روز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ نیز کچھ اور حضرات بھی بیٹھے تھے۔ یکایک سامنے سے ایک نوجوان لڑکی آئی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا جو اسی روز پیدا ہوا تھا۔ اُس لڑکی نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یا امیر المومنین، آپ نے فرمایا: وَعَلَیْكَ السَّلَام۔ لڑکی نے کہا مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا: کہو کیا مدعا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے دیکھا کہ اُس لڑکی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ یہ میرا بچہ آپ کے فرزند سے پیدا ہوا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کونسے بیٹے سے؟ کہا کہ ابو شحمہ سے! آپ نے فرمایا حلال سے یا حرام سے؟ کہا کہ میری طرف سے حلال سے اور اُن کی طرف سے حرام سے۔ یعنی میں راضی نہ تھی، میرے ساتھ زبردستی کی گئی۔ آپ نے فرمایا مکہ اے عورت میں سب سے پہلے تجھے خوفِ خدا کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اُس کے بعد تجھ سے دریافت کرتا ہو کہ بتا اصل واقعہ کیا ہے اور بلاؤ ہشت و خوف کے بیان کر۔

عورت نے کہا کہ اے امیر المومنین! میں ایک روز بنی نجار کے باغ میں سے گذر رہی تھی کہ یکایک آپ کے فرزند ابو شحمہ نے بحالتِ نشہ مجھے آن گھیرا اور زبردستی میری عصمت خراب کی۔ میں بہہ ہوش ہو گئی اور مجھے حمل رہ گیا۔ جس کو میں نے اپنے چچا اور اپنے ہمسایوں سے آج یومِ ولادت تک پوشیدہ رکھا۔ آج جبکہ مجھے دروزہ لاحق ہوئے تو میں جنگل میں گئی اور میرے شکم سے یہ فرزند پیدا ہوا۔ گو میرے دل نے چاہا کہ میں اسے قتل کر

دوں۔ مگر خوفِ خدا مانع ہوا اور میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔ اب آپ مجھے حکمِ خدا اور رسول سے مطلع کیجئے تاکہ میں اُسے بسر و چشم قبول و منظور کروں۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عام مومنین کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ تمام مسلمان جمع ہوں اور میرے واپس آنے تک سب انتظار کریں۔ میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نہایت تیز قدموں سے درِ دولت کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے اپنے ساتھ لیا اور مکان میں داخل ہوئے اور فرمایا کہاں ہے ابو شحمہ۔ جواب ملا کھانا کھا رہا ہے۔ فرمایا کہ ابو شحمہ دُنیا میں یہ تیرا آخری کھانا ہے۔ کھالے جتنا جی چاہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ابو شحمہ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا ہے۔ ہاتھ تھر تھرانے لگا اور نوالہ ہاتھ سے گر گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابو شحمہ! بتا میں کون ہوں؟

نوخیز ابو شحمہ نے کہا کہ آپ میرے والد ماجد ہیں اور خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین ہیں۔

فرمایا میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں یہ کہ جب تو یہودی کے ہاں دعوت میں گیا تھا تو کیا تو نے وہاں شراب پی تھی اور تجھے نشہ ہو گیا

تھا؟ کہا بیشک ایسا ہی ہوا تھا مگر میں نے توبہ کر لی ہے۔ پھر فرمایا میں تجھے خدائے وحدہ لا شریک کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ کیا تو وہاں سے واپس ہوتے ہوئے بنی نجار کے باغ میں داخل ہوا تھا اور وہاں ایک لڑکی سے بد نظر ہو کر فعلِ حرام کا مرتکب ہوا تھا؟

یہ سوال سن کر ابو شحمہ پر ایک سکتے کا عالم طاری ہو گیا اور خاموش رہے۔ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ اے فرزند سچ کہہ دے کیونکہ اللہ سچ بولنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ جواب ملا کہ بے شک ایسا ہی ہوا تھا۔ مگر اس کے بعد میں سخت نادم ہوا اور ربُّ العزت کی جناب میں تائب ہو چکا ہوں۔ بس اتنا سننا تھا کہ امیر المؤمنین سُرخ ہو گئے اور ابو شحمہ کا ہاتھ پکڑ کر مسجد کی طرف لے چلے۔ فرزند نے التجا کی کہ اے والدِ بزرگوار! خدا کیلئے مجھے رُسوا نہ کیجئے اور اندرونِ مکان مجھے قتل کر دیجئے۔ فرمایا کہ اے فرزند میں تیری التجا کی طرف دیکھوں یا فرمانِ ایزدِ مٹان پر عمل کروں۔ وہ فرماتا ہے:

وَلِيْشْهَدُ عَنِ اِبْهَامِطِ اَيْفَهُ مِّنْ

الْمُؤْمِنِيْنَ ②

ترجمہ: ”اور چاہئے کہ مشاہدہ کرے ان کی سزا کا ایک گروہ مومنوں کا۔“

(پارہ 18، سورۃ النور، آیت نمبر 2)



یعنی اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر

رہنا چاہئے۔

اسکے بعد آپ نے تمام مسلمانوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔

لوگو! یہ عورت سچی ہے۔ جس کی صداقت کا اقرار ابو شحمہ بھی اپنی زبان سے

کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اَح غلام کو آواز دی

اور کہا کہ پکڑ ابو شحمہ کو اور زنا کی حد یعنی سو کوڑے اُس کو لگا؛ اَح لرزتا کانپتا

سامنے آیا اور عرض کیا کہ اَح سے یہ کام ہرگز نہ ہو سکے گا۔ آپ نے فرمایا

کہ تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ

مِنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةً وَلَا تَأْخُذْكُمْ

بِمَارَأَتِ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ

تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

ترجمہ: ”زانی عورت اور زانی مرد، کوڑے مارو ہر ایک کو ان دونوں میں

سے، سو سو کوڑے اور نہ دامن گیر ہو تم کو ان کے سلسلہ میں ترس کھانے کا

جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں اگر رکھتے ہو تم ایمان اللہ پر اور روز

آخرت پر۔

(پارہ 18، سورۃ النور، آیت نمبر 2)

فرمایا کہ اے ارح تجھے خدا اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت سے غرض ہے یا میری اولاد کی پاسداری ہے۔ کہا اطاعت کر میرے حکم کی جو اطاعت ہے سرورِ عالم ﷺ کی جو اطاعت ہے پروردگارِ عالم کی۔ یہ سن کر ارح غلام آگے بڑھا۔ نوخیز ابو شحمہ کا ہاتھ پکڑا اور گرتا اُتارنا شروع کیا۔ جب گرتا اُتارا تو مسلمانوں کے دل میں ایک جوشیلی اور درد انگیز رقت پیدا ہوئی۔

نظم

چنچ اٹھے رو دینے سب مومنین  
آہ جب ننگا ہوا وہ نازنین  
جسم اُس کا جب کھلا چوں برگِ گل  
شورِ واویلا تھا اور تھے گل کے گل

ابو شحمہ

رحم کیجئے اے امیر المومنین  
مُنفعل کیا میں نہیں۔ ناتب نہیں؟  
کیا ہوا اے باپ وہ جوشِ پدر  
پیار کرتے تھے مجھے شام و سحر

## امیر المومنین

ہو گئے فاروق رضی اللہ عنہ کے آنسو رواں  
 بولے اے فرزند اے ننھی سی جاں  
 رحم فرمائے خدائے ذوالجلال  
 کانپتا ہے جس سے میرا بال بال  
 رحم فرمائے وہ تجھ پر اے پسر  
 جس سے بس ڈرتے ہیں سب جن و بشر  
 پاک کرتا ہوں تجھے اے لختِ دل  
 تاکہ عقبے میں نہ ہو تو مُنْفَعِلٌ

اس کے بعد فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ایلح جلدی کوڑے مارنے شروع کر۔ چنانچہ پیارے ابو شحمہ کے کوڑے لگنے شروع ہو گئے۔ جس سے وہ چیخ اُٹھے اور بار بار رحم کی درخواست کرنے لگے۔ جوں جوں وہ فریاد کرتے تھے۔ اتنا ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایلح غلام کو تائید کرتے تھے کہ خبردار ہاتھ نہ رُکے اور خبردار ہاتھ ہلکانہ ہو۔

جب (70) کوڑوں کی نوبت پہنچی تو ابو شحمہ نے کہا کہ اے والدِ بزرگوار اے میرے غمگسار میں پیاسا ہوں۔ ذرا سا پانی پلا دیجئے۔ جس کے جواب میں جناب نے فرمایا کہ اے نورِ عین اللہ تعالیٰ نے تجھے پاک کر دیا۔

اب انشاء اللہ حوضِ کوثر پر تجھے سرورِ کائنات ﷺ اپنے ہاتھ سے پانی پلائیں گے۔ پھر اُفح سے کہا کہ سو کوڑے پورے کر۔ چنانچہ جب (70) کوڑے لگ چکے تو ابو شحمہ نے الفراق کے الفاظ کہنے شروع کیے:

### ابو شحمہ

السلام و الفراق اے والذی  
الفراق والسلام اے سیدی  
آپ کا لختِ جگر نورِ نظر  
کوچ کرتا ہے وہ دُنیا سے پسر

### فاروقِ اعظم

السلام و الفراق اے نورِ عین  
الوداع و الفراق اے دل کے چین  
ہو اگر تجھ کو زیارتِ شاہ کی  
اور ملے خدمتِ رسول اللہ ﷺ کی  
عرض کرنا میری جانب سے سلام  
بعد اُس کے پھر یہ کہنا لا کلام  
میں نے چھوڑا ہے عمر ﷺ کو اس طرح  
آپ ﷺ کہہ آئے تھے اُسکو جس طرح

یعنی وہ قرآن پہ ہے ثابت قدم  
چھوڑتا اُس کو نہیں وہ ایک دم  
پھر فرمایا کہ اے اَلْح کوڑوں کی تعداد پوری کر۔ چنانچہ جب  
(90) کوڑوں پر نوبت پہنچی تو ابو شحمہ کی آواز بند ہو گئی اور صورت مرجھا  
گئی، یہ حالت دیکھ کر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے چین ہو گئے  
اور سب نے بالاتفاق کہا اے امیر المومنین حَسْبُكَ بس کیجئے اور ٹھہر  
جائیے۔ ذرا ہم دیکھ لیں کہ ابو شحمہ زندہ بھی ہیں یا ان کی روح پرواز کر چکی  
ہے۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کا حکم پورا ہو گا اور (100)  
کوڑے پورے کیے جائیں گے۔ اس پر لوگوں نے آہ و نزاری شروع کی  
اور اتنی دیر میں ابو شحمہ کی والدہ ماجدہ چادر اوڑھے ہوئے آ پہنچیں اور کہا  
کہ اے امیر المومنین بقیہ دس کوڑے نہ ماریئے اور میرے نازک ابو شحمہ پر  
رحم کیجئے۔ میں اس کے بدلے میں (10) حج پیدل کروں گی اور اسی قدر  
صدقہ دوں گی۔ جن کے جواب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حج  
و صدقہ، حد کا بدلہ نہیں ہو سکتا۔ اے اَلْح سو کوڑے پورے کر۔ آہ جب  
آخری کوڑا لگا تو ابو شحمہ کی جان اس قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ ان کا  
جسم زمین پر گرا۔



## نظم

دیکھا جب رخصت ہوا وہ ناز نہیں  
 چیخ اٹھے خود امیر المومنین  
 دے کے پیشانی پہ بوسہ یوں کہا  
 تجھ کو پاکیزہ خدا نے کر دیا  
 گود میں نورِ نظر کو لے لیا  
 اور پھر جو کچھ کہنا تھا کہا

چنانچہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے آنسو جاری ہیں اور سر پر ہاتھ  
 پھیر کر فرما رہے ہیں کہ اے فرزند! تمہارا باپ تم پر قربان ہو کہ شہید ہونے  
 تم تعمیلِ حکمِ الہی میں اور سب سے پچھلے کوڑے میں تمہاری روح تن سے جدا  
 ہو گئی۔ اے فرزند قربان اُس بیٹے پر کہ جس پر حکمِ خدا اور رسول ﷺ کو پورا  
 کرنے میں نہ اس کے باپ نے اُس پر رحم کھاپا اور نہ اس کے قرابت  
 داروں نے۔

حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے ان فقروں سے لوگوں کے کلیجے پھٹے جاتے تھے  
 اور ایک قیامت کا عالم بپا ہو رہا تھا۔ بہر حال اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے  
 احکامِ قرآن پر عمل کیا اور اپنی اولاد پر بھی اللہ کی بنائی ہوئی حدوں کو جاری  
 کیا۔

چالیس روز کے بعد حضرت حذیفہ بن یمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور بیان کیا کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ کے ساتھ ابو شحمہ سبز ریشم کا لباس پہنے ہوئے موجود ہیں اور آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ اے حذیفہ عمر رضی اللہ عنہ سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ یہی حکم خداوندی ہے کہ پڑھے تو قرآن پاک کو اور عمل کرے اُس پر اور قائم کرے اللہ کی حدیں۔ ابو شحمہ نے کہا۔ اے حذیفہ میرے والد کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ خدا آپ سے راضی ہو۔ جیسا کہ آپ نے مجھے پاک کر دیا۔

### حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خلوص اور خدمتِ خلق

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک دن لوگوں نے عرض کیا کہ امیر المومنین آپ اس قدر محنتِ شاقہ کیوں اٹھاتے ہیں؟ اور آپ نے اپنی جان کو بے حد مشقت میں کیوں مبتلا کر رکھا ہے کہ نہ دن چین ہے نہ رات آرام؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: کہ لوگو! اگر میں آرام کروں تو تم بے آرام ہو جاؤ اور جو شخص دوسروں کی راحت اور اپنی نجات کا طالب ہو تو کیا وہ دنیا میں آرام کر سکتا ہے؟ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دن کو مظلوموں کی دادرسی اور دیگر تمام مالی اور ملکی امور انجام دیتے تھے اور رات کو شہر کے گلی کوچوں میں گشت کیا کرتے تھے کہ مبادا کسی کا

دروازہ کھلا نہ رہ جائے۔ کسی کا جانور کھل کر غائب نہ ہو جائے کوئی چوکیدار سونہ جائے۔ کہیں چوری نہ ہوتی ہو۔ یا کہیں لوگ فسق و فجور میں مبتلا نہ ہوں۔ آپ کی اس تندہی سے متاثر ہو کر لوگ کہتے تھے کہ آپ کے بعد کون اس طرح اور اس حد تک مخلوق کی حفاظت و نگہبانی میں جان کا نہی سے کام لے گا۔ آپ ابھی سے یہ کام دوسروں سے کیوں نہیں لیتے کہ آپ کو کسی قدر تو راحت ہو اور دوسروں کو محارت حاصل ہو۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ بیشک میں ایسا کر سکتا ہوں۔ مگر تم لوگ میرے ایک سوال کا جواب دے دو کہ قیامت کا دن ”یوم الحساب“ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کی باز پرس عمر رضی اللہ عنہ سے ہوگی یا دوسروں سے ہوگی؟

(۲) ایک مرتبہ جب آپ نے ملکِ شام کا سفر کیا تو آپ راستے میں جگہ جگہ ٹھہرتے جاتے تھے اور لوگوں کی دادرسی کرتے جاتے تھے۔ ایک جگہ آپ راستے میں اترے اور ایک مکان کی طرف گئے۔ وہاں ایک بڑھیا عورت پر نظر پڑی۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ اے ضعیفہ! تجھے

کچھ عمر رضی اللہ عنہ کا حال بھی معلوم ہے؟ کہا کہ ہاں معلوم ہے ان دنوں وہ ملک شام سے اپنے دارالخلافہ کی طرف جا رہے ہیں لیکن خدا ان سے سمجھے کہ آج تک ان کے ہاں سے مجھے خرمہرہ تک نہیں ملا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اے ضعیفہ! اتنی دُور کا حال عمر رضی اللہ عنہ کو کیونکہ معلوم ہو سکتا ہے؟ ضعیفہ نے کہا اگر وہ دُور و نزدیک کا حال نہیں رکھ سکتا تو پھر خلافت کس برتے پر کرتا ہے۔ یہ فقرہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک چیخ نکلی اور آپ زار و قطار رونے لگے۔

(۳) ایک مرتبہ ایک قافلہ آیا اور شہر کے باہر خیمہ زن ہوا۔ جس کی خبر گیری اور حفاظت کے لیے آپ وہاں تشریف لے گئے۔ اُس کے چاروں طرف آپ پہرہ دیتے پھر رہے تھے کہ ایک طرف سے ایک بچے کے رونے کی آواز آئی وہاں گئے تو دیکھا کہ ایک شیرخوار بچہ اپنی ماں کی گود میں رو رہا ہے۔ آپ نے اس کی ماں سے کہا کہ تو اس کو چپکا کیوں نہیں کرتی۔ یہ کیوں اس قدر رو رہا ہے؟ یہ کہہ کر آگے چلے گئے۔ پھر تھوڑی دیر میں اُس طرف آئے تو وہ بچہ پھر رو رہا تھا تو آپ نے غصے میں آ کر کہا کہ اے

عورت تو بڑی بے رحم ہے۔ اس عورت نے جواب دیا کہ اے چوکیدار تجھے اصل بات معلوم ہے نہیں تو مجھے خواہ مخواہ تنگ کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دے رکھا ہے کہ بچے جب تک دودھ نہ چھوڑیں اُن کا وظیفہ مقرر نہ کیا جائے۔ میری حالت بہت تنگی کی ہے۔ اس لیے میں نے ذرا قبل از وقت اس بچے کا دودھ چڑا دیا ہے اس لیے یہ بے حد رو رہا ہے۔

اتنا سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ آپ پر اس واقعہ کا بہت اثر ہوا اور جب آپ دارالخلافہ پہنچے تو آپ نے عام اعلان کر دیا کہ بچہ جس دن پیدا ہو اسی تاریخ سے اُس کا وظیفہ بیت المال سے جاری کر دیا جائے گا۔

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ جب امیرالمومنین رات کے وقت گشت میں نکلے تو مدینے سے



تین میل دُور ایک گاؤں تک پہنچ گئے تو وہاں دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور اس کے چار بچے ہیں جو رو رہے ہیں۔ اس کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ اے عورت آخر یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ اُس عورت نے بتایا کہ ان بچوں کو کئی وقت سے کھانا نہیں ملا ہے اور ان کو بہلانے کے لیے ہی میں نے یہ ہنڈیا چولہے پر چڑھا رکھی ہے مگر اس میں صرف پانی بھرا ہوا ہے اور اس طرح ان کو دلاسا دے کر چپکا کر رہی ہوں کہ یہ تھک کر سو جائیں۔ یہ بات سن کر آپ کو بہت افسوس ہوا اور آپ فوراً اسلم ﷺ کو ساتھ لیے ہوئے مدینے واپس پہنچے اور بیت المال کھلوا کر بہت سا آٹا، گھی اور کھجوریں لیں اور ان کا یکجا بندھوا کر اسلم ﷺ سے کہا کہ اسے میری کمر پر رکھ دے۔ اُس نے ڈرتے ڈرتے کہا: کہ اے امیر المومنین یہ غلام کس لیے ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ٹھیک ہے مگر کیا میرا قیامت کا بوجھ بھی تو اٹھائے گا۔ غرض وہ سب کچھ اپنی کمر پر لے کر پھر اُس گاؤں میں پہنچے اور اس عورت کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ عورت آٹا گوندھنے میں لگی۔ آپ نے آگ

سلاگائی اور آگ پھونکتے رہے۔ روٹی تیار ہوئی تو بچوں نے روٹی سیر ہو کر کھائی اور خوشی میں کودنے لگے۔ اُس عورت نے کہا: اے خدا کے بندے! اللہ تجھے جزائے خیر دے کہ تو نے اس وقت میری بڑی امداد کی ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ اے مردِ بزرگ! امیر المومنین بنانے کے قابل تو تم ہونہ کہ عمر رضی اللہ عنہ آپ نے یہ سب کچھ سنا اور آنسو بہاتے ہوئے مدینے سے واپس آئے۔

نظم

ہے کوئی ہم میں جفاکش اس قدر  
یا فقط مدِ نظر ہے کروفر  
مخنتیں برداشت کر سکتے نہیں  
بے مشقت ہے نہ دُنیا اور نہ دیں  
کر لیا دُنیا کو بھی اپنی خراب  
اور لیا عقبیٰ کا بھی سر پر عذاب  
مخنتوں سے جی چرانا ہے ستم  
اس سے بڑھ کر ہوں گے کیا اسبابِ غم  
وہ مثل اپنی ہوئی بس اے مدیر  
دین میں محتاج، دُنیا میں فقیر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمانہ خلافت میں جبکہ عین عروج و سطوت کا عالم تھا اور شاہِ فارس اور روم کو آپ نے بلا رکھا تھا۔ اس وقت آپ جنگل میں جا کر کچی اینٹیں تھاپا کرتے تھے۔ جب وہ خشک ہو جاتی تھیں تو انہیں فروخت کر کے اہل و عیال کا کام چلایا کرتے تھے۔ فَاَعْتَبِرُوا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ.

(الواعظ: جلد نمبر 4 نمبر 3)

(۵) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک مرتبہ زکوٰۃ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ گم ہو گیا۔ تو آپ خود اس کی تلاش میں نکلے اور ٹھیک دوپہر میں بہت تلاش کے بعد آپ اُس اونٹ کو ڈھونڈ کر لا رہے تھے اور دھوپ کی شدت کی وجہ سے پسینے پسینے ہو رہے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کو اس شان کے ساتھ اونٹ لاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اس وقت آپ یہ اونٹ کہاں سے لا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اونٹ کھو گیا تھا۔ ڈھونڈ کر لا رہا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت آپ نے کسی غلام کو حکم دیا ہوتا کہ وہ ڈھونڈ لاتا۔ ایسی دوپہر کی تیز

دھوپ میں آپ نے خود یہ تکلیف کیوں فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تو سچ ہے، لیکن اے علی رضی اللہ عنہ اگر یہ اونٹ نہ ملتا تو عند اللہ اس کا مواخذہ قیامت میں مجھ سے ہوتا۔ میرے غلام سے نہ ہوتا۔

(الوعظ جلد 3 نمبر 7)

آہ اخلاص عمر رضی اللہ عنہ شہابش کیا کہنا ترا

ہو کے پوشیدہ وہ یوں لیتے ہیں مولیٰ کی رضا

(۶) حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں راتوں کو مدینے کے گلی کوچوں اور اس کے جنگلوں میں خلق اللہ کی حفاظت کی غرض سے گشت لگاتے پھرا کرتے تھے۔ ایک رات آپ مدینے کے باہر صادر و وارد مسافروں کے آرام دہی کے لیے گشت میں تھے ایک مقام پر دیکھا کہ وہاں چھوٹا سا خیمہ استادہ ہے جس کے باہر ایک مسافر اجنبی شخص بیٹھا ہے۔ امیر المومنین اس مسافر کے پاس جا بیٹھے اور اُس سے اُس کا حال دریافت کرنا شروع کیا کہ اتنے میں خیمے کے اندر سے کسی عورت کے رونے کی آواز آئی۔ آپ نے متحیر ہو کر پوچھا کہ اے مسافر! یہ کون روتا ہے؟ جواب میں اُس مسافر نے

کہا کہ میاں چوکیدار! کیا کہوں میری بیوی اس وقت  
 درِ درزہ میں مبتلا ہے لیکن افسوس کہ اس کے پاس کوئی  
 عورت نہیں جو اس کا ہاتھ بٹا سکے اور اس کی تکلیف میں  
 اس کے کام آئے (چوکیدار صورت) امیرالمومنین اسی  
 وقت کھڑے ہو گئے اور مدینے پہنچ کر اپنی بیوی کے پاس  
 آئے اور کہا:

### نظم

نیند سے بیدار ہو جاؤ ذرا  
 اور کمر باندھو برائے کبریا  
 اور خوشنودی رب حاصل کرو  
 بیکسوں اور بے بسوں کا ساتھ دو  
 اک مسافر کی ہو عورت درد میں  
 حیف ہے آرام سے ہم تم رہیں  
 اسکی خدمت چل کے کرنی چاہئے  
 تاکہ عقبی میں صلا ہم کو ملے  
 سنتے ہی بس ساتھ بیوی ہو گئیں  
 ادراک بیکس کی خدمت کو چلیں



ذرا سی دیر میں وہ مسافر کیا دیکھتا ہے کہ وہی چوکیدار ایک برقع پوش عورت کو ساتھ لیے آتا ہے اور اجازت لے کر اپنی عورت کو خیمہ کے اندر داخل کر دیتا ہے۔ اب چوکیدار اور یہ مسافر بیٹھے باتیں کر رہے ہیں کہ اندر سے آواز آتی ہے یعنی اہلیہء خلیفہء وقت آواز دیتی ہیں کہ اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! اپنے دوست کو مبارک باد دیجئے کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اس مسافر کے اپنے خیال میں ایک چوکیدار کی نسبت لفظ امیر المومنین سن کر ہوش جاتے رہے اور وہ بدحواس ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں اُس نے اپنے آپے کو سنبھالا اور حضور کے سامنے مؤدب کھڑا ہو گیا اور کہا:

نظم

عفو فرمائیں امیر المومنین  
میری گستاخی میں بس کچھ شک نہیں  
اے امیر المومنین یہ کیا کیا  
آہ میں دارین میں رسوا ہوا  
آپ اور یہ خدمتِ خلقِ الہ  
دل بھرا آتا ہے اپنا آہ آہ

بولے یہ حضرت امیر المومنین  
اے مسافر ڈر نہیں گھبرا نہیں  
میں تو بس خادم ہوں خلق اللہ کا  
تو ذرا خوف و خطر دل میں نہ لا  
میں جو کچھ کرتا ہوں وہ اُس کیلئے  
تاکہ وہ عقبنی میں مجھ سے خوش ملے

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مسافر کو دلاسا دیا اور  
کہا کہ کل مدینے میں میرے پاس آؤ میں بیت المال  
سے اس بچہ کی تنخواہ مقرر کر دوں گا۔

(الوعظ جلد 10 نمبر 10)

## اخلاقِ عمری

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اخلاق اتنا وسیع تھا کہ جس کی انتہا نہیں اور اتنا ہی  
وہ تعصب سے دور تھے۔ مسلمانوں سے تو کیا آپ نے غیر مسلموں کے  
ساتھ بھی پوری بے تعصبی اور رواداری سے کام لیا۔ آپ نے ایک معاہدے  
میں فرمایا کہ عیسائیوں کا جان و مال اور مذہب ہر طرح محفوظ رہے گا۔ اُن  
کے گرجاؤں اور عبادت گاہوں کو بدستور قائم رکھا جائے گا۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کبھی اس بات کو پسند نہ فرماتے تھے کہ کوئی کسی کی غیبت اور بدگوئی کرے۔ یا کسی کی ہجو کرے یا تبرّا کرے اور یہی فرماتے تھے کہ اسلام ان باتوں کی اجازت نہیں دیتا۔ آپ نے بدگوئی اور ہجو وغیرہ کو جرم قرار دے دیا تھا اور اس کے لیے سزا مقرر کی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ حطیبہ نامی شاعر نے کچھ لوگوں کی ہجو کہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے طلب فرمایا اور قید خانے بھیج دیا اور پھر اُسے اس شرط پر چھوڑا کہ آئندہ کبھی کسی کی ہجو نہیں کرے گا۔

(۲) ایک مرتبہ کچھ لوگوں کو آپ کھانا کھلا رہے تھے جن میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہے ہے۔ اُس کے قریب جا کر کہا کہ بھائی داہنے ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔ اُس نے عرض کیا اے امیر المؤمنین میرا داہنا ہاتھ جنگِ موتہ میں کٹ گیا ہے۔ بس یہ سنتے ہی آپ پر رقت طاری ہو گئی اور آپ اُن صحابی کے برابر ہی بیٹھ گئے۔ روتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ افسوس تمہیں وضو کون کراتا ہوگا؟ تمہارا سر کون دھلاتا ہوگا؟

تمہیں کپڑے کون پہناتا ہوگا۔ چنانچہ آپ نے اُن صحابی کے لیے ایک خادم مقرر کر دیا اور دیگر ضروریات مہیا فرما دیں۔

(۳) تکبر و غرور کے آپ سخت مخالف تھے چنانچہ آپ نے تمام ملک سے اس بداخلاقی کا نام و نشان مٹا دیا۔ آقا اور نوکر کی تمیز بالکل اٹھا دی۔ ایک مرتبہ صفوان بن اُمیہ نے جبکہ بہت سے معززین عرب کی دعوت کی تو انہوں نے اپنے دسترخوان پر نوکروں کو نہیں بٹھایا۔ آپ یہ حال دیکھ کر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ خدا ان لوگوں سے سمجھے جو نوکروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

(۴) آپ کی خوراک کی یہ حالت تھی کہ تمام لوگ آپ کو عمدہ غذا کھانے کی ترغیب دلاتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ اچھی غذا کھایا کریں کہ آپ کو طاقت حاصل ہو اور آپ خدمتِ اسلام اور زیادہ بجالا سکیں اور دین کے کاموں کے لیے قوت حاصل ہو سکے۔ تو جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں اپنے دونوں پیشواؤں یعنی حضور اکرم ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے طرزِ زندگی کو ہرگز نہیں چھوڑ

سکتا کیونکہ وہ بھی ایسی ہی غذا کھایا کرتے تھے۔

(۵) لباس کی کیفیت آپ کی یہ تھی کہ ایک نمدے کا کرتہ جس میں ٹاٹ کا یا چمڑے کا پیوند لگا ہوتا تھا زیبِ بدن فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو جمعہ کی نماز میں کسی قدر دیر ہو گئی، تمام لوگ انتظار میں رہے۔ جب آپ تشریف لائے تو آپ نے واقعہ بیان فرما دیا کہ میرے پاس کپڑے بدلنے کو نہیں تھے۔ کپڑے دھونے اور سکھانے میں دیر ہو گئی۔

نظم

آپ کے اخلاق کی دیکھی جھلک  
محو حیرت جس سے ہیں جن و ملک  
جو نمونہ ہے رسول اللہ ﷺ کا  
ہو ہو بس ہے یہی حکمِ خدا  
بانیِ اسلام کی ہے یہ مثال  
جو عمر ﷺ میں آپ نے دیکھا کمال  
ہے یہی تعلیمِ ختمِ المرسلین!  
کاربند اس پر اگر ہوں مومنین



کوئی حاجت ہے جو پھر اٹکی رہے  
 کون ہے وہ جس سے پھر کھٹکی رہے  
 یہ نہیں ممکن تو اے عالی صفات  
 کچھ تو رکھ لیں آپ اس عاجز کی بات  
 التجا مقبول ہو اسحاق کی  
 اور درستی کچھ تو ہو اخلاق کی

(الوعظ جلد 5 نمبر 5)

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تواضع و سادگی

ایک طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تواضع اور سادگی کا یہ عالم ہے اور  
 دوسری طرف شام اور روم کو فوجیں بھیج رہے ہیں۔ قیصر و کسریٰ اطاعت کر  
 رہے ہیں۔ اُنکے سفیروں سے معاملات طے ہو رہے ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ  
 اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے باز پرس ہو رہی ہے۔ سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ،  
 ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کے نام احکام لکھے جا رہے ہیں  
 جبکہ بدن پر پیوند کا کرتہ ہے۔ سر پر پھٹا سا عمامہ ہے۔ پاؤں میں ٹوٹی چیل  
 ہے اور بیواؤں اور یتیموں کی خدمت میں مصروف ہیں۔ ان کے گھروں میں  
 پانی بھرنے لیے کمر پر مشک لیے ہوئے ہیں اور جب کام کی کثرت سے

تھک جاتے ہیں تو مسجد کے فرشِ خاکی پر لیٹ جاتے ہیں۔

(۱) بارہا مکہ سے مدینے کا سفر کیا لیکن خیمہ یا شامیانہ کبھی

ساتھ نہیں لیا۔ جہاں ٹھیرے کسی درخت پر چادر ڈال دی

اور اسی کے سائے میں پڑ رہے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے

جسے موطا انام محمد میں روایت کیا گیا ہے کہ جب شام کا

سفر کیا تو شہر کے قریب پہنچ کر قضائے حاجت کے لیے

آپ سواری سے اترے۔ آپ کا غلام اسلم بھی آپ کے

ساتھ تھا۔ جب آپ واپس آئے تو اسلم کے اونٹ پر

سوار ہو گئے دوسری طرف سے اہل شام استقبال کو آ

رہے تھے جو آتا تھا پہلے اسلم کی طرف متوجہ ہوتا تھا۔ اسلم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر دیتے تھے جس سے

لوگوں کو تعجب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں کی نگاہیں

شان و شوکت کو ڈھونڈتی ہیں۔

(۲) ایک مرتبہ خطبہ میں آپ نے فرمایا کہ لوگو! میں ایک

زمانے میں اس قدر نادار تھا کہ لوگوں کو پانی بھر کر لا دیا

کرتا تھا اور وہ اُس کے صلے میں مجھ کو چھوہارے دے دیا

کرتے تھے۔ وہی کھا کر بسر کرتا تھا۔ یہ کہہ کر منبر سے اتر

آئے۔ لوگوں کو تعجب ہوا اور عرض کیا کہ منبر پر یہ بات کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ نے فرمایا میری طبیعت میں کچھ غرور آ گیا تھا اور یہ اُس کی دوا تھی۔

(الوعظ جلد 7 نمبر 7)

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامات

(1) یاساریہ الجبل الجبل

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں کا ایک لشکر لڑائی کے لیے ملکِ شام کی طرف گیا ہوا تھا۔ اس کے سپہ سالار حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ تھے ایک روز جبکہ جمعہ کا دن تھا اور میدانِ کارزار گرم تھا اور لڑائی زوروں پر ہو رہی تھی۔ پہاڑی علاقہ تھا دشمن نے لڑائی کے دوران میں اپنے لشکر کا ایک حصہ الگ کیا اور مسلمانوں کے لشکر کی پشت کی طرف جو پہاڑ تھا اس کی آڑ لے کر چاہا کہ پیچھے سے مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کر کے اُسے دونوں طرف سے پس ڈالے۔ مسلمان اس پیچھے والے پہاڑ کی طرف سے مطمئن تھے اور دشمن کی چال سے پورے طور غافل تھے اگر یہ لشکر پہاڑ کی طرف سے حملہ آور ہو جاتا تو مسلمانوں کا لشکر بے خبری میں چکی کے دو پاٹوں میں پس کر ختم ہو جاتا اور مجاہدینِ اسلام میں سے ایک بھی زندہ نہ بچتا۔

اسی تاریخ اور اسی جمعہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینے میں جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا یَسَارِيَةَ الْجَبَلِ الْجَبَلِ. یَسَارِيَةَ الْجَبَلِ، الْجَبَلِ. اے ساریہ پہاڑ، پہاڑ۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف دیکھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ آواز تقریباً پندرہ سو میل کے فاصلہ پر میدانِ جنگ میں جب سردار لشکر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کے کان میں پہنچی تو وہ حیران ہوئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہاں کہاں آگئے جو مجھے پہاڑ کی طرف دیکھنے کی ہدایت فرما رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے پہاڑ کی طرف دیکھا تو وہاں دشمن اپنے سپاہیوں کو جمع کر رہے تھے۔ آپ نے فوراً لشکرِ اسلام کے دو حصہ کیے اور ایک حصہ حسبِ معمول سامنے کی طرف دشمنوں کا مقابلہ کرتا رہا اور دوسرا حصہ پلٹ کر پشت سے آئے ہوئے دشمن کی طرف متوجہ ہوا اور سخت معرکہ ہوتا رہا۔ آخر کار مسلمانوں کے لشکر کی فتح ہوئی اور دشمن بھاگ کھڑے ہوئے۔

میدانِ جنگ میں تو یہ کچھ ہوا۔ ادھر مدینہ منورہ میں جب خطبہ کے دوران میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے وہ الفاظ نکلے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑا تعجب ہوا اور وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کیا فرما دیا۔ ان الفاظ کا خطبہ جمعہ سے کیا تعلق ہے۔ لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کچھ بات ہے وہ معلوم ہو

جائے گی۔ چنانچہ جب نماز جمعہ سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سوال کرنا چاہا۔ حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ نے تو بے تکلفی کے ساتھ یہاں تک کہہ دیا کہ لوگ آپ پر طعن و تشنیع کر رہے ہیں۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اے امیر المؤمنین یہ غیر متعلق بات آج آپ نے خطبہ میں کیا فرمائی؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب فرمایا کہ میں نے خطبہ کی حالت میں دیکھا کہ دشمن پشت کی طرف سے ایک پہاڑی کی اوٹ لے کر ساریہ اور ساریہ کے لشکر پر حملہ کرنا چاہتا ہے اور لشکرِ اسلام اُس طرف سے بالکل غافل ہے اور اگر اسی غفلت کی حالت میں وہ فوج مسلمانوں پر ٹوٹ پڑتی تو یہ سب پس کر رہ جاتے۔ جب میں نے یہ دیکھا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ فوراً میرے منہ سے وہ الفاظ نکل گئے۔

یہ جواب سن کر لوگوں کو کسی قدر اطمینان ہوا۔ مگر بعض نے وہ دن اور تاریخ لکھ رکھی تاکہ وہاں سے اطلاع آنے پر اس کی تصدیق ہو سکے۔ چنانچہ ایک ماہ بعد جب محاذِ جنگ سے قاصد آیا اور معرکہ کی رپورٹ پہنچی تو معلوم ہوا کہ عین اسی دن اسی وقت یہ لفظ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کے کان میں پہنچے۔ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب معرکہ ہو رہا تھا۔ میرے کان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ پہنچے تو میں نے مُڑ کر پہاڑ کی طرف دیکھا اور



دُشمن کی چال سے آگاہ ہوا اور پھر اُس کے مطابق نقشہء جنگ فوراً بدل ڈالا اور آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ اگر وہ آواز ہم تک نہ پہنچتی تو کچھ بعید نہ تھا کہ کافر ہمیں پیس ڈالتے اور ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچتا۔

نظم

نیا ساریہ جبل کی جب دی ندا عمر رضی اللہ عنہ نے  
 پہنچا دی ساریہ کو خلاق بحر و بر نے  
 مڑ کر جو ساریہ نے دیکھا جبل کی جانب  
 دُشمن یہ چاہتا تھا ہو جاؤں ان پہ غالب  
 کچھ فوج ساریہ نے اُس سمت بھی لگا دی  
 آخر کو اُس خدا نے دی اُن کو کامیابی

(۲) پہرہ دار شیر

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ کی خلافت کی دھوم اور حسنِ انتظام اور شان و شوکت کا چرچا مشرق و مغرب میں دُور دُور تک پہنچا۔ اُس وقت قسطنطنیہ (بائی زن طین) کی رومی سلطنت کے عیسائی بادشاہ ہرقل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے ایک نصرانی پہلوان کو روانہ کیا۔ یہ شخص بادشاہ کے ہاتھ سے معتمد تھا۔ اس کا نام طلیعہ تھا۔

بادشاہ ہرقل نے طلیعہ پہلوان سے وعدہ کیا کہ اگر تو مدینے پہنچ کر عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو تجھے مالا مال کر دوں گا اور عیسائی ملت پر تیرا بڑا احسان ہوگا۔ یہ فرمان پا کر وہ عیسائی پہلوان مدینے کی طرف روانہ ہو گیا۔ منزل بہ منزل طے کرتا ہوا مدینہ منورہ پہنچا۔ ابھی بستی سے باہر ہی تھا کہ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بستی سے باہر آتے ہوئے دیکھا۔ اُس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیواؤں اور یتیموں کے باغات اور زمینوں کا ملاحظہ کرنے تشریف لے جا رہے تھے۔ طلیعہ آپ کو دیکھ کر ایک گھنے درخت پر چڑھ گیا۔ کچھ دیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اتفاقاً اُسی درخت کے نیچے پہنچ گئے اور زمین پر بیٹھ گئے اور کچھ ہی دیر میں بازو کا تکیہ بنا کر لیٹ گئے اور فوراً ہی آنکھ لگ گئی۔ جب طلیعہ کو آپ کے سو جانے کا یقین ہو گیا تو وہ درخت سے اُترا اور فوراً ہی آپ کے قتل کے لیے تیار ہوا۔ اُس نے تلوار اٹھائی ہی تھی کہ دیکھا ایک شیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیروں کی طرف نمودار ہوا۔ اُسے دیکھتے ہی یہ شخص حواس باختہ ہو گیا اور اس کے ہوش اڑ گئے اور وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اس پہلوان کے گرنے کی آواز سے آپ کی آنکھ کھل گئی۔ اُسی وقت وہ شیر غائب ہو گیا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک غیر ملکی شخص آپ کے قریب ہی بیہوش پڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں سنگی تلوار ہے۔ کچھ دیر میں جب اُس رومی پہلوان کو ہوش آیا تو آپ نے اُس سے دریافت کیا

کہ اے شخص تو کون ہے اور یہاں تیرا کیا کام ہے؟ اُس نے لرزتے کانپتے عرض کیا کہ یا حضرت! اللہ نے آپ کا رُتبہ بڑا کیا ہے۔ میں بے عقل آپ کو شہید کرنے کے ارادہ سے یہاں آیا تھا اور میں نے تلوار بھی سونت لی تھی کہ میری آنکھوں نے دیکھا کہ ایک شیر آپ کے تلوے چاٹ رہا ہے جس کے خوف سے میں بیہوش ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاروں طرف دیکھا اور دریافت کیا کہ وہ شیر اب کدھر چلا گیا؟ مگر وہاں کوئی شیر دکھائی نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا یہاں تو کوئی شیر نہیں ہے۔ آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ جس درخت کے نیچے آپ سو رہے تھے اُس میں سے آواز آئی کہ اے عمر رضی اللہ عنہ تو ہمارے دین کی خدمت کر ہم تیرے دشمنوں سے تیری حفاظت کریں گے۔ یہ آواز سن کر اُس رومی پہلوان کو اور بھی تعجب ہوا۔ وہ فوراً آگے بڑھا اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ یا حضرت جنگل کے شیر آپ کی حفاظت کرتے ہیں اور آسمان کے فرشتے آپ کی تعریف کرتے ہیں تو پھر میں کیوں اسلام کی سعادت سے اور عاقبت سے محروم رہوں۔ فوراً اُس کی زبان پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ط جاری ہوا اور وہ مشرف باسلام ہو گیا اور پھر نہایت نیک مسلمان اہل باطن بن گیا۔ پھر کیا تھا..... مثنوی:

بعد از آں گفتش سخہائے دقیق

در صفاتِ پاکِ حق نعم الرقیق

پھر تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی سسرالہی کی باتیں کیں اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی حفاظت کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ یہ شخص آیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خون کرنے کے لیے اور پایا اس نے اسلام اور مرتبہ ولایت۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا  
 مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يَبْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ  
 مِنْ بَعْدِهَا <sup>ط</sup>

ترجمہ: ”جو کھولتا ہے اللہ لوگوں کے لیے (دروازہ اپنی) رحمت کا تو نہیں ہے کوئی روکنے والا اس کو جو روک دے وہ تو نہیں ہے کوئی کھولنے والا اس کا اللہ کے بعد۔“

(پارہ 22۔ سورۃ الفاطر۔ آیت نمبر 2)

یعنی اللہ تعالیٰ جس رحمت گھا دروازہ کسی بندے پر کھول دے پھر اُسے کوئی بند نہیں کر سکتا اور جس پر بند کر دے تو اُسے کوئی کھولنے والا نہیں ہے وہ نصرانی پہلوان گھر سے چلا تھا مال و زر حاصل کرنے کے ارادہ سے اور اللہ تعالیٰ نے دے دیا اس کو مرتبہ ولایت۔

اپنے پیاروں کا محافظ خود ہے رب العالمین  
دُشمنوں کو دور رکھتا ہے وہ ان سے بالیقین  
ساتھ تھا شیطان اُس کے، تھا ارادہ قتل کا  
یہ نہیں معلوم تھا ان کا محافظ ہے خدا  
چار آنکھیں ہوتے ہی ان سے وہ لرزاں ہو گیا  
اور کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا

(۳) زہر کی شیشی

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کرانے کی اس تدبیر میں رومی سلطنت کا  
عیسائی بادشاہ ہرقل ناکام ہو گیا تو اُس نے اپنا ایک اور قاصد آپ کی  
خدمت میں روانہ کیا جس کے ہاتھ چند تحفے بیش بہا پیش کرنے کے لیے  
روانہ کیے جو یہ تھے۔

۱۔ ایک صندوقچہ زرین نہایت ہی عجیب و غریب ساخت کا تیار کیا ہوا  
جو انمول جواہرات سے لبریز تھا۔

۲۔ ایک لونڈی نہایت حسین و جمیل جو بیش بہا لباس و زیورات سے  
آراستہ و پیراستہ تھی۔

۳۔ ایک شیشی عطر کی جس کو انمول سمجھنا چاہئے۔ جو کسی قیمت پر میسر نہ  
آسکے۔

۴۳ ایک شیشی ایسے زہر ہلاہل کی جس کو صرف سونگھنے سے انسان ہلاک ہو جائے۔

چنانچہ یہ تحفے لے کر شاہ ہرقل کا قاصد بڑے تزک و احتشام کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچا۔ اس قاصد کا اپنا لباس اس قدر قیمتی اور زرق برق تھا کہ اہل مدینہ اُس کو حیرت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ اُس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا محل اور قلعہ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اُن کا کوئی محل ہے نہ قلعہ ہے۔ اگر آپ اُن سے ملنا چاہتے ہیں تو مسجدِ نبوی میں جائیے وہ وہاں بیٹھے ہوں گے یا تھک کر سونے ہوں گے۔ کیونکہ وہ خود رات بھر مسلمانوں کی چوکیداری بھی کرتے ہیں۔ یہ باتیں سُن کر رومی قاصد حیران رہ گیا کہ اتنا بڑا جلیل القدر بادشاہِ اسلام جس کی ہیبت سے شاہانِ روم و فارس، حبش و عجم کے دل لرزتے ہیں اُس کا نہ کوئی محل ہے نہ قلعہ۔ وہ خود مسلمانوں کی چوکیداری کرتا ہے اور مسجدِ نبوی ﷺ میں پڑ کر تھک کر سو رہتا ہے۔ چنانچہ یہ قاصد مسجدِ نبوی ﷺ پہنچا۔ اندر داخل ہوا تو دریافت کیا کہ مسلمانوں کے بادشاہ (امیر المومنین) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ بتایا کہ وہ سامنے سو رہے ہیں۔ اُس وقت آپ زمین پر سو رہے تھے۔ اُس جگہ بور یہ بھی نہیں تھا۔ قاصد نے اُنہیں غور سے دیکھا کہ جو کرتے پہنے ہوئے ہیں اور جو چادر اوڑھے ہوئے ہیں اُس میں



کتنے ہی پیوند لگے ہوئے ہیں۔ سر اور چہرہ مبارک آپ کا کھلا ہوا ہے اور پہلو میں آپ کے اور تو کوئی ہتھیار نہیں ہے البتہ ایک دُرّہ پڑا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر رومی قاصد تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کے سارے جسم میں رعشہ آ گیا کہ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہو گئے تو دیکھا کہ عجیب تیاری اور ساز و سامان کا ایک آدمی کھڑا ہوا لرز رہا ہے، کانپ رہا ہے۔ آپ نے اس کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا: لَا تَخَافُوْا، لَا تَخَافُوْا۔ یعنی ڈرو نہیں، خوف نہ کرو۔ میں کوئی عجم کا بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو ایک غریب آدمی ہوں۔ چنانچہ آپ نے نہایت شفقت اور مہربانی سے اُس قاصد کو اپنے پاس بٹھایا جب اُس قاصد کا ڈر کچھ کم ہوا تو حضرت امیر المومنین نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے اور کیونکر آنا ہوا؟

قاصد نے عرض کیا کہ میں بادشاہ روم کا قاصد ہوں۔ میرے بادشاہ نے آپ جناب کے لیے کچھ تحفے بھیجے ہیں، جنہیں قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ لاؤ دکھاؤ کیا تحفے ہیں۔ قاصد نے سب سے پہلے جواہرات کا صندوقچہ پیش کیا۔ آپ نے قبول فرمایا اور لوگوں سے کہا کہ اسے بیت المال میں داخل کر دو۔ پھر فرمایا کہ اے روم کے قاصد اور کیا لایا ہے؟

قاصد نے لونڈی کو آواز دی جو باہر کھڑی تھی۔ جب آئی تو قاصد

نے کہا کہ یہ لونڈی بادشاہ نے خاص آپ کی خدمت کے لیے ارسال کی ہے۔ آپ نے قبول فرمایا اور کہا کہ اس کا چہرہ کھول کر دکھاؤ۔ جب آپ نے دیکھا تو فرمایا:

## فَتَبَرَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخُلُقَيْنِ ۝ ط (۱۴)

ترجمہ: ”سو بڑا ہی بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہتر تخلیق فرمانے والا ہے۔“

(پارہ 18، سورۃ المومنون، آیت نمبر 14)

یعنی بڑا بابرکت ہے وہ اللہ جو سب سے اچھی صورتیں بنانے والا ہے۔ یہ فرمایا اور ادھر ادھر کو دیکھا ایک غلام قریب ہی کھڑا تھا۔ اس سے فرمایا کہ کیا تجھے یہ لونڈی پسند ہے؟ اُس نے کہا: بیشک پسند ہے۔ اُنہی وقت آپ نے فرمایا کہ میں نے لونڈی تجھ کو عطا کی۔ پھر قاصد سے دریافت کیا کہ اور کیا چیز لائے ہو؟

قاصد نے وہ شیشی عطر بے بہا کی پیش کی اور کہا کہ یہ عطر بادشاہوں ہی کے لیے ہے۔ جس کپڑے پر لگ جائے گا وہ کپڑا ڈھلتے ڈھلتے پھٹ جائے گا مگر اس کی خوشبو نہ جائے گی۔ آپ نے اُس عطر کو بھی قبول کیا اور فرمایا کہ بیشک یہ بہت ہی اچھا عطر ہے۔ اس کو میں مسجد نبوی کی

زمین پر چھڑکنے کے لیے نہایت مناسب سمجھتا ہوں تاکہ مسجد نبوی معطر رہے اور تمام مسلمانوں کو اس کی خوشبو آتی رہے۔ یہ کہہ کر اس کو مسجد کے فرش پر چھڑکوا دیا اور ساری شیشی خالی کر دی۔ یہ سب کچھ دیکھ کر رومی قاصد حیران ہے اور عقل اس کی دنگ ہے کہ آپ اس دُنیا کو اور اس کی زنجبتوں کو کس قدر لات مارے ہوئے ہیں اور کوئی بڑی سے بڑی اور عنقا سے عنقا چیز آپ کے لیے کشش نہیں رکھتی۔ پھر کس طرح دُنیا بھر کے بادشاہ ایسے شخص سے لرزاں اور خوفزدہ نہ ہوں۔ پھر حضرت امیر المومنین نے رومی قاصد سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”اے قاصد اور کیا چیز لائے ہو دکھاؤ۔ قاصد نے ایک چھوٹی سی شیشی پیش کی اور کہا کہ اس میں ایسا زہر ہلاہل ہے کہ جس کو صرف سونگھنے سے آپ کے ہزاروں دشمن ہلاک ہو سکتے ہیں۔ آپ نے وہ شیشی بھی قبول کی اور فرمایا کہ اے رومی قاصد میرا تو کوئی دشمن نہیں ہے۔ ہاں اگر دشمن ہے تو صرف میرا نفس ہے۔ اس کو البتہ ہلاک و پامال کرنا چاہئے۔ یہ کہہ کر وہ شیشی آپ نے اپنے منہ سے لگالی اور بسم اللہ شریف پڑھ کر وہ شیشی پی گئے۔ رومی قاصد نے اپنا منہ پیٹ لیا کہ ہائے ستم ہو گیا۔ یہ کیا

ہوا اور جو صحابہء کرام اردگرد بیٹھے تھے وہ بھی انگشت  
 بندہاں رہ گئے کہ دیکھتے اب خدا کو کیا منظور ہے۔ حضرت  
 عمر رضی اللہ عنہ پر ایک حالت طاری ہوئی اور پسینہ اس قدر آیا کہ  
 آپ شرابور ہو گئے اور بس اللہ رب العزت نے اپنا فضل  
 فرمایا۔ وہ سارا زہر پسینے کے راستے نکل گیا۔ اس کے سوا  
 اور کوئی اثر اس زہر ہلاہل کا آپ پر نہیں ہوا۔ اللہ اکبر۔  
 اللہ اکبر۔ یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہت سی کرامات میں  
 سے ایک ہے۔

### نظم

دیکھ کر یہ بات قاصدِ دنگ و حیراں ہو گیا  
 حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ زہر کیونکر پی لیا  
 وہ ہلاہل زہر سارا پسینہ بن گیا  
 اور اثر اُس کا نہ مطلق آپ پر کچھ ہو سکا

(۴) دریائے نیل کے نام خط:

جب ملکِ مصر فتح ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور حضرت عمرو  
 ابن العاص رضی اللہ عنہ وہاں کے حاکم مقرر ہوئے تو آپ نے سنا کہ دریائے نیل  
 خشک ہو گیا ہے۔ آپ نے مصر کے لوگوں کو بلوا کر دریافت کیا کہ کیا یہ دریا

ہمیشہ اسی طرح خشک ہو جاتا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت ہر سال یہ دریا اسی طرح خشک ہو جاتا ہے اور پھر جب تک ایک خوبصورت کنواری لڑکی کو بھینٹ نہ لے گا اسی طرح خشک پڑا رہے گا اور لوگوں کے کھیت و کھیاں برباد ہو جائیں گے۔ آخر لوگ تنگ آ کر دریا کی بھینٹ دیں گے۔ تب کہیں پانی جاری ہو گا۔ جب حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو آپ کو یہ قتلِ ناحق کی رسم بہت بُری معلوم ہوئی۔ آپ نے لوگوں سے کہا کہ بغیر ہماری اجازت کے کوئی ایسی رسم پوری نہ کی جائے۔

حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے پورا حال حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تحریر کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں ایک خط تو حاکمِ مصر عمرو رضی اللہ عنہ ابن العاص کو اور دوسرا دریائے نیل کے نام تحریر کیا جو خط دریائے نیل کے نام تھا اُس میں یہ مضمون تھا:

”یہ خط اللہ کے بندے کا ہے۔ جس کا نام عمر رضی اللہ عنہ ابن الخطاب ہے اور دریائے نیل کے نام ہے۔ اے دریا اگر تو احکم الحاکمین رب العالمین کے حکم سے بہتا ہے تو ہم بھی اُسی سے تیرا جاری ہونا مانگتے ہیں اور اگر تو اپنی مرضی سے جاری ہے اور اپنی مرضی سے رُک جاتا ہے تو ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں ہے“

اور حاکم مصر کو لکھا کہ بجائے عورت کی بھینٹ کے میرا خط دریائے نیل کی خشک ریت میں ڈال دینا۔

امیر المومنین کا خط پہنچتے ہی سارے مصر میں دُھوم مچ گئی اور ہزاروں آدمی دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے۔ چنانچہ لوگوں کی ایک بڑی بھیڑ کو ساتھ لیے ہوئے حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ حاکم مصر خشک دریا کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط دریائے نیل کو پہنچا دیا۔ چند گھنٹوں کے بعد دریا میں پانی آنا شروع ہو گیا اور پھر اس قدر زیادہ پانی آیا کہ گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں اس سال پانی کی سطح کئی گز زیادہ اونچی ہو گئی اور کبھی آج تک دریائے نیل خشک نہیں ہوا۔ اس طرح ہر سال بھینٹ دینے کی غیر اسلامی اور فبیح رسم ہمیشہ کیلئے ختم ہو گئی۔ یہ واقعہ بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کرامات میں بہت اہم ہے۔

### حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ یوم سہ شنبہ کو مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے اور ۲۸ ذی الحجہ ۲۳ھ یوم پنج شنبہ کو جامِ شہادت نوش کیا اور رحلت فرمائی۔ اس طرح آپ کا دورِ خلافت دس برس چھ مہینے اور چھ دن رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آخر عمر میں ایک موقع پر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور اس طرح دعا کی:



”اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ“

یعنی اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں تو شہادت نصیب فرما اور میری موت اپنے رسول ﷺ کے شہر میں مقرر فرما۔

ایک اور دُعا بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی جبکہ آپ ۲۳ھ کے آخر میں حج کعبہ سے واپس ہوئے تو اَبْح میں اپنی سواری بٹھائی اور نیچے اتر کر زمین پر چت لیٹ گئے۔ پھر آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھائے اور نہایت گریہ وزاری کرتے ہوئے کہا:

”اللَّهُمَّ كَبَّرْتُ سِنِيَّ وَضَعَفْتُ قُوَّتِي وَانْتَشَرْتُ رَغْبَتِي  
فَاقْبِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مُضِيعٍ وَلَا مُضَرِّطٍ“

یعنی اے اللہ میری عمر بہت زیادہ ہو گئی ہے اور میری قوت کمزور پڑ گئی ہے اور میری رغبت منتشر ہو گئی ہے۔ لہذا تو مجھے اپنی طرف اس حال میں اٹھالے کہ نہ تو میں تیرے حقوق ضائع کرنے والا ہوں اور نہ اُن میں تقصیر کرنے والا۔

نظم

تھی دُعاءِ فاروق رضی اللہ عنہ کی اللہ سے  
التجا تھی اُن کی اُس ذیجاہ سے  
راہ میں تیری میں ہو جاؤں شہید  
ہے یہ میری آرزو بس اے مجید

میں مروں تیرے نبی ﷺ کے شہر میں  
 رہ سکوں میں تاکہ تیری مہر میں  
 قبر میری تو مدینے میں بنا  
 اپنے پیارے سے نہ کر مجھ کو جدا



اب تو میری عمر کافی ہو گئی  
 اور میری قوت بھی زائل ہو چلی  
 خوف مجھ کو ہو چلا ہے اے خدا  
 ہو نہ جائے مجھ سے کچھ ایسی خطا  
 جس سے میں عقبی میں ہو جاؤں ذلیل  
 رحم فرما مجھ پہ اے میرے جلیل  
 اس لیے کرتا ہوں میں تجھ سے دُعا  
 جلد اس دُنیا سے تو مجھ کو اٹھا  
 ہو گئی مقبول حضرت کی دُعا  
 قُرب میں اللہ نے بلوا لیا

چنانچہ اللہ ربُّ العزت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دونوں دُعا میں قبول  
 فرمائیں اور آخر کار وہ وقت آ پہنچا جس کی آپ آرزو رکھتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے قبل ایک جمعہ کے روز خطبہ جمعہ میں فرمایا۔ لوگو! میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ ایک سرخ رنگ کے مرغ نے میرے جسم میں کئی ٹھونگیں ماریں، جس سے میں زخمی ہو گیا۔

جمعہ کو آپ نے خواب دیکھا اور بدھ کی صبح کو آپ کا یہ خواب سچا ہو گیا۔ واقعات اس طرح ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خواب کے دوسرے دن حضرت مغیرہ بن شعبہ کا آتش پرست غلام ابو لؤلؤ فیروز آپ کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین میرے آقا مغیرہ نے مجھ پر سو درہم ماہوار خراج لگا رکھا ہے جو بہت زیادہ ہے۔ آپ میری سفارش کریں کہ اس میں کمی کر دی جائے۔ آپ نے دریافت کیا کہ تو کیا کام کرتا ہے؟ اس غلام نے بتایا کہ نقاشی، آہنگری وغیرہ کا کام کرتا ہوں، نیز ہوا چکی بناتا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ان کاموں کے مقابلہ میں تو یہ خراج مناسب ہے۔ اگرچہ آپ نے اپنے دل میں فیصلہ یہی کیا تھا کہ حضرت مغیرہ سے اس کا خراج کم کرنے کی سفارش کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر غلام ناراض ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور ایک ذرا سی بات پر سخت سے سخت انتقام کی فکر میں لگ گیا اور مذہبی عداوت نے بھی انتقام کی آگ اس کے تن بدن میں پھونک دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے چلتے چلتے یہ بھی فرمایا: کہ تو ہوا چکی بنانا جانتا ہے تو اہل مدینہ کے لیے بھی ایک ہوا چکی بنا دے تاکہ لوگوں کو اُس سے آرام پہنچے، تو اُس غلام نے جواب میں کہا کہ آپ کے واسطے ایک ایسی چکی بنا دوں گا کہ مشرق سے مغرب تک اس کا ذکر ہوا کرے گا۔ چنانچہ آپ نے اُس غلام کا یہ فقرہ سُن کر لوگوں سے کہا کہ دیکھو یہ فیروز غلام مجھے میرے قتل کی خبر دیتا ہے۔ یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت ہوئی۔ چنانچہ فیروز غلام برابر آپ کے قتل کرنے کی فکر میں لگا رہا۔ اُس نے ایک خنجر دودھار والا تیار کیا اور اس کو زہر میں بچھا کر اپنے پاس رکھا اور بدھ کی صبح بہت سویرے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جا چھپا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ وہ بہت سویرے مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے۔ نیز نماز کی صف بندی کے وقت صفیں سیدھی کیا کرتے تھے۔ جب صفیں سیدھی ہو جاتی تھیں تب آپ نماز کی نیت باندھا کرتے تھے۔ چنانچہ بدھ کی صبح کو بھی آپ نے حسب معمول صفیں سیدھی کیں اور آگے بڑھ کر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کر دی۔ فیروز وہیں صف میں کھڑا تھا۔ اُس نے اُسی وقت خنجر بغل سے نکال کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر پے در پے تین وار کیے۔ آپ کے پیٹ اور کمر پر زخم آئے۔ مسجد میں روشنی کا کوئی انتظام تھا ہی نہیں بلکہ پورا اندھیرا تھا۔ کچھ دیر تو معلوم ہو ہی نہ سکا کہ بات کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرأت شروع نہیں کرتے ہیں

بلکہ خاموشی کے عالم میں ہیں۔ لوگوں نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا شروع کیا۔ گویا یہ اشارہ کیا کہ امیر المومنین قرأت شروع کیجئے مگر وہاں تو عالم ہی کچھ اور تھا۔ اس دوران میں ابو لؤلؤ فیروز قاتلِ عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی اور دیگر نمازیوں پر اپنے خنجر سے وار کرنے شروع کر دیئے۔ چنانچہ چھ اصحاب رضوان اللہ علیہم شہید اور سات زخمی ہوئے۔ آخر ایک عراقی نے اپنے سر کا خود اُس کے منہ پر مارا اور اس پر چادر ڈال دی اور اُسے نیچے گرا کر اُس کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ جب فیروز کو یقین ہو گیا کہ اب بچ نکلنا ناممکن ہے تو اُس نے اسی خنجر سے اپنا کام تمام کر لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا کہ نماز پڑھائیں۔ انہوں نے سورۃ العصر اور سورۃ الکوثر سے نماز پڑھائی۔ جوں توں کر کے نماز ختم ہوئی اور لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ بے ہوش ہو چکے تھے۔ چنانچہ آپ کو ہاتھوں پر اٹھا کر مکان پر لے گئے۔ جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے دریافت کیا، کیا لوگوں نے نماز ادا کی۔ پھر دریافت کیا کہ لوگو! بتاؤ میرا قاتل کون ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ ابو لؤلؤ فیروز ہے۔ جو حضرت مغیرہ ابن شعبہ کا مجوسی غلام ہے۔ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ میں کسی کلمہ کو مسلمان کے ہاتھ قتل نہیں ہوا ہوں بلکہ میرا قاتل مجوسی ہے۔ اُس

وقت تک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی خیال میں تھے کہ آپ پر زخم اتنے کاری نہیں ہیں کہ آپ بچ نہ سکیں گے، بلکہ خیال تھا کہ آپ ٹھیک ہو جائیں گے، چنانچہ آپکو دودھ دیا گیا، مگر وہ زخموں کے راستے باہر آ گیا۔ اب تو لوگوں کو یقین ہو گیا کہ افسوس امیر المؤمنین کا اب صحت یاب ہونا مشکل ہے۔

یہ حالت دیکھ کر لوگوں کے منہ سے نکلا: **إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** اور رونے لگے۔ آپ نے اُن کو تسلی دی۔ کچھ دیر بعد ایک شکیل و جمیل مرد اجنبی وہاں آیا اور کہا کہ اے عمر ابن الخطاب! آپ کو بشارت دی جاتی ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا مبارک قرب عطا فرمایا، آپ کو اولوالعزم صحابی بنایا۔ آپ نے اسلام کی بڑی خدمت کی اور امورِ خلافت میں نہایت عادلانہ فیصلے کیے۔ پھر سب سے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرتبہ شہادت سے ممتاز فرمایا۔ یہ سن کر آپ کے آنسو رواں ہو گئے اور آپ فرمانے لگے کہ یہ جو کچھ بھی ہے محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور اس کا انعام ہے۔ مگر میں تو ڈرتا ہوں کہ کہیں قیامت کے دن اللہ رب العزت مجھ سے کوئی سوال نہ کر بیٹھیں تو میں کیا جواب دوں گا۔

اتنے میں حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے اُن کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور فرمایا کہ میں اُن لوگوں کو جمع کرنا چاہتا ہوں کہ جن سے اللہ کے رسول ﷺ راضی گئے۔ چنانچہ آپ نے حضرت



عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ابن عوام، حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور طلحہ ابن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی سب حضرات تشریف لے آئے تھے تو آپ نے ان حضرات سے فرمایا کہ میں نے ہر اعتبار سے غور کیا اور تم کو سب سے مقتدر پایا اور خلافت کا منصب تم میں سے ہی کسی کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا کہ میرے اس دُنیا سے گذر جانے کے بعد تین دن کے اندر اندر خلیفۃ المسلمین تجویز کر لینا۔ لوگوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا: کہ جس پر ان چھ حضرات کا اتفاق ہو وہ خلیفۃ المسلمین ہوگا۔ اُس کی اطاعت کرنا۔ اس مشورہ میں میرے بیٹے عبداللہ کو شامل کرنا۔ مگر خلافت اس کے واسطے نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ اے عثمان رضی اللہ عنہ! اگر خلافت تم کو ہو تو اپنے قرابت والوں کے سبب سے مسلمانوں کو تکلیف نہ دینا اور بنی اُمیہ کو مسلمانوں کی گردن پر نہ بٹھانا اور اے علی رضی اللہ عنہ! اگر خلافت تم کو ہو تو تم بھی ان امور کا خیال رکھنا اور بنو ہاشم کو لوگوں کے سر پر نہ بٹھانا، اور فرمایا کہ لوگو! میں تمہارے واسطے بڑی مضبوطی اسلام کی کر چلا ہوں۔ اگر قوانین شریعت محمدیہ کی پابندی کرتے رہو گے تو ملتِ اسلامیہ کو کسی زلزلہ کا ڈر نہیں ہوگا۔ انشاء اللہ!

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبداللہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: اے عبداللہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر

ہو کر میرا سلام عرض کرو اور کہو کہ آپ کے خاندان کا غلام آپ سے اس امر کی اجازت چاہتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے قدموں میں دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعد سلام کے پیامِ عمری پیش کیا۔ وہ تو پہلے ہی آپ کے غم میں رو رہی تھیں۔ فرمایا میں نہایت خوشی کے ساتھ اجازت دیتی ہوں۔

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب جواب لے کر آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہما جواب باصواب کے شوق میں اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ ہاں اے عبداللہ بتا کیا خوشخبری لایا؟

حضرت عبداللہ نے بخوشی اجازت عطا فرمانے کی خوشخبری سنا دی۔ آپ فوراً شکرِ الہی بجالائے اور لیٹ گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آہ یہ وہ نازک وقت ہے کہ اگر اس وقت سارے جہان کی دولت میرے پاس ہوتی تو میں اُسے قیامت کی گھبراہٹ سے نجات پانے کیلئے خیرات کر دیتا۔ آپ کے اس کہنے پر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قسم ہے اللہ کی آپ امیر المؤمنین ہیں۔ آپ نے کتاب اللہ سے نہایت عمدہ اور بڑے بڑے فیصلے کیے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے عبداللہ رضی اللہ عنہ! کیا قیامت کے میدان میں حضور رب العزت کی پیشی میں میرے متعلق اس قسم کی شہادت دے سکو گے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ بیشک میں ضرور

شہادت دوں گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی وہیں موجود تھے۔ انہوں نے بھی فرمایا کہ میں بھی شہادت دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم دونوں حضرات مجھے یہ بات لکھ دو۔  
 چنانچہ دونوں حضرات نے لکھ دیا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو آواز دی۔ وہ حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

نظم

آج رخصت ہے عمر رضی اللہ عنہ کی اے پسر  
 آج حالت اُس کی ہے زیر و زبر  
 پیشی مولیٰ کا ہے اتنا خیال  
 کانپتا ہے بس عمر رضی اللہ عنہ کا بال بال  
 دیکھئے گذرے گی کیا اُس کے حضور  
 کس طرح پیش آئے وہ ربّ غفور  
 یہ وصیت پھر ہے اے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ  
 اس کو پورا کیجئے اے نورِ نظر  
 میری میت لے کے رکھ دینا وہاں  
 ہیں جہاں مدفون سردارِ جہاں

اور کرنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کلام  
 کر رہا ہے یہ عمر رضی اللہ عنہ تم کو سلام  
 ہے کفن میں منہ چھپائے یہ عمر رضی اللہ عنہ  
 اور سوالی آپ سے ہے سر بسر  
 اس کو بس اللہ اجازت دیجئے  
 تاکہ قدموں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جا چھپے

یہ آخری وصیت فرما کر جناب امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی روح قفس

عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُونَ

نظم

روح تن سے جب ہوئی اُن کے جدا  
 ہر طرف سے شور برپا ہو گیا  
 رو دیئے چھوٹے بڑے پیر و جواں  
 ہر طرف رونا تھا اور آہ و فغاں  
 پڑ گیا سورج گہنِ ظلمت ہوئی  
 اور قیامت کی اندھیری چھا گئی  
 گود کا بچہ یہ ماں سے پوچھتا  
 آج اے ماں کیا قیامت ہے بپا؟

رو کے کہتی وہ نہیں نورِ نظر

بلکہ رخصت ہو گئے حضرت عمرؓ

آہ بیوائیں ہوئیں بیوائیں آج

آج اُن کا چھن گیا گویا کہ راج

غرضیکہ مدینے میں اُس روز ایک قیامت برپا تھی اور ہر سمت سے

رونے کی صدائیں بلند تھیں۔ پھر حضرت عمرؓ کے جنازہ کو نہلا دھلا کر تیار

کیا اور آپ کا جنازہ مبارک روضہ اطہر کے سامنے لا کر رکھ دیا اور اُمّ

المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے انہیں الفاظ میں درخواست شروع

کی۔ جس سے حضرت عائشہؓ کی ہچکی بندھ گئی اور زار و قطار روتے ہوئے

نہایت خلوصِ دل سے روضہ اطہر میں باعمل امیر المومنین حضرت عمرؓ کو

دفن کرنے کی اجازت دی اور پھر حضرت عمرؓ حضرت محمدؐ کے پہلو میں

رونق افروز ہونے کی سعادت پا گئے۔

ماشاء اللہ! ماشاء اللہ! کیا دُنیا اور آخرت میں اس سے بہتر ہمسائیگی

کسی مسلمان کے مقدر میں ہو سکتی ہے۔



## حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ

ایمانِ کامل

حدیث رسول ﷺ ہے کہ

”إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ لِمَنْ أَطَاعَهُ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا“

یعنی اللہ تعالیٰ نے جنت کو اپنے فرمانبردار کے لیے ہی پیدا کیا ہے،

اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔

مکہ معظمہ میں ہے کہ ایک شخص اُمیہ بن خلف بڑا سخت کافر تھا۔

بہت کچھ مال و متاع اس کے پاس تھا۔ وہ مکہ کے رئیسوں میں سے تھا۔

دیگر جائیداد کے علاوہ اس کے پاس بارہ غلام نہایت قوی ہیکل تھے۔ ان کو

مختلف کاموں پر معمور کیا ہوا تھا۔ چنانچہ ایک غلام کے سپرد تھا گل کام

زراعت و کھیتی کاری سے متعلق۔ دوسرا غلام تمام باغات اور میوے جات و



پھلوں کا داروغہ تھا۔ تیسرا غلام تجارت کے کل کام کا نگران اور چوتھا غلام تمام مویشیوں کا خبرگیراں اسی طرح ایک ایک کام ایک ایک غلام کے سپرد تھا۔ باوجود اس سب کے اُمیہ راہِ خدا میں کبھی بھی کچھ دینا پسند نہیں کرتا تھا اور اگر کبھی کوئی غلام کسی فقیر کو کچھ دے دیتا تھا تو اُمیہ اس پر بہت ناراض ہوتا۔

جب کبھی اُسے کوئی سمجھاتا اور نصیحت کرتا کہ اے اُمیہ دیکھو تو سہی باوجود اس کثرتِ مال کے راہِ خدا میں مسکینوں اور محتاجوں کی کیوں مدد نہیں کرتا اور کیوں اُن کے ساتھ بہتر سلوک نہیں کرتا ہے کیوں آخرت کی تیاری نہیں کرتا۔ تو وہ بد نصیب کہتا تھا کہ اوّل تو آخرت ہے کہاں؟ اور اگر ہوئی بھی تو میں نے مال اسباب اور اولاد یہ سب کچھ اتنا جمع کر لیا ہے کہ مجھے آخرت کا خوف اور اُس کے انعامات کی ضرورت نہیں ہے اور جواب میں مسلمانوں سے کہتا کہ البتہ آخرت کی ضرورت تم کو ہے۔ مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے جن کا لَاحِظُ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مُحَمَّدٌ ﷺ تم کو دیتے ہیں اور اس طرح لوگوں کو اپنا گرویدہ بناتے ہیں۔ مجھے ان کی اور اُن کے انعامات کی حاجت نہیں نَعُوذُ بِاللّٰهِ۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بد بخت اور روسیاء کے غلام تھے۔ در پردہ اور خفیہ طور پر مسلمان ہو گئے تھے۔ ایمان ان کے دل میں

جوش مار رہا تھا مگر ظالم کی غلامی اور اس کی قید سے مجبور تھے۔ اُن کے اسلام لانے کی خبر آخر کار اُمیہ کو ہو گئی۔ چنانچہ اس خبر کو سن کر وہ غصہ میں سرخ ہو گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے بلایا اور کہا کہ اے بلال رضی اللہ عنہ میں نے سنا ہے کہ تو در پردہ مسلمان ہو گیا ہے۔ کیا یہ بات ٹھیک ہے؟ بلال رضی اللہ عنہ نے سکوت اختیار کیا اور کچھ جواب نہیں دیا بلکہ خاموش کھڑے رہے، سمجھ گیا کہ بیشک مسلمان ہو چکا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ذمہ تمام بت خانوں کی کنجیاں تھیں اور ان بت خانوں میں بہت سے سونے اور چاندی کے بت تھے۔ بلال رضی اللہ عنہ سے یہ کنجیاں چھین لی گئیں اور کہا کہ اس مبارک خدمت سے تجھے معزول کرتا ہوں۔ پھر دریافت کیا کہ اے بلال رضی اللہ عنہ! سچ بتا تو کس کی پرستش کرنے لگا ہے اور کس کو پوجتا ہے۔ بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خدا کو پوجتا ہوں اور اسی کی پرستش کرتا ہوں۔ وہی ایک وَحْدًا لَا شَرِيكَ ہے۔ تو اُمیہ بن خلف جواب میں کہتا ہے کہ اے بلال رضی اللہ عنہ! اس دین کو چھوڑ دے نہیں تو میں تجھ پر بہت عذاب کروں گا بلکہ تجھے جان سے مار ڈالوں گا۔ بلال رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ اے اُمیہ میں اس دین سے پھر نہیں سکتا ہوں۔ تیرا جو جی چاہے کر، ظاہر ہے کہ میں تیرا خرید غلام ہوں۔

یہ سن کر اُس شقی ازلی نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے بدن

میں بول کے کانٹے چھو دو اور دیکھو جب دُھوپ بہت تیز ہو جائے تو اس غلام کو گرم پتھروں پر لٹاؤ اور سر سے پاؤں تک اس پر گرم پتھر رکھو اور اس کے گرد آگ بھی روشن کر دو اور اس کو اسلام لانے کا مزہ چکھا دو اور جب شام ہو جائے تو اسے اندھیری کوٹھری میں بند کر دو اور تمام رات اس کے جسم پر کوڑے لگاؤ اور روزانہ ایسا ہی کرتے رہو۔

حضورِ کبیریا میں اہل دین کی آزمائش ہے

اور اس کے ساتھ ہی اب اہل کس کی آزمائش ہے

اللہ محفوظ رکھے! اس بے رحم نے کیسی سخت سزا تجویز کی چنانچہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ سختیاں جھیلنی پڑی ہیں۔ گرم پتھروں پر لٹایا گیا۔ تمام

جسم میں بول کے کانٹے چھوئے گئے۔ نہایت تپتی ہوئی سلیں اُن کی چھاتی

پر رکھی ہوئی ہیں۔ چاروں طرف آگ جلائی جا رہی ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر

اللہ اکبر تکلیف سی تکلیف ہے لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان پر فوارے کی

طرح اللہ اَحد، اللہ اَحد برابر جاری ہے۔ اسی عذاب و تکلیف میں

ایک دو دن نہیں بلکہ عرصہ دراز گزر گیا۔

مریض عشق پر رحمت خدا کی

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ایک روز جبکہ عذاب برابر ہو رہا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پکار اُٹھے اور

انہیں کچھ مایوسی سی ہو گئی کہ اب میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ مل سکوں گا اور ان کی مفارقت میں ہی میری رُوح تڑپتی ہوئی بدن سے جدا ہو جائے گی۔ چلا اٹھے اور مولیٰ کائنات کے حضور فریاد شروع کی:

اے خدا اے خالقِ کون و مکاں  
 اے خدا، اے سرِ قلب و سرِ جاں  
 عشق میں کیوں آزماتا ہے مجھے  
 اب غمِ فرقت ستاتا ہے مجھے  
 کب تک عاشق کا ہو گا امتحاں  
 کب تک مجھ پر ہے یہ قیدِ گراں  
 پتھروں میں ہو رہا ہوں پائمال  
 خون تک دینے لگا ہے بال بال  
 ہر رگ و ریشہ میں کانٹے چُب گئے  
 اور جلایا جا رہا ہوں آگ سے  
 ان عذابوں کی مجھے پروا نہیں  
 ان تکالیفوں سے دل دکھتا نہیں  
 جاںِ قالب سے نکل جائے اگر  
 پتھروں سے سر کچل جائے اگر

آگ میں مجھ کو جلا ڈالیں تو کیا  
 خاک بھی میری اڑا ڈالیں تو کیا  
 جو تری مرضی ہو وہ کر میرا حال  
 عشق میں ثابت قدم ہو گا بلال رضی اللہ عنہ  
 کھال بھی میری اگر کھینچی جائے گی  
 اُف نہیں میری زباں پر آئے گی  
 دفترِ عشاق میں لکھ لے مجھے  
 جس قدر ایذائیں ہوں پھر دے مجھے  
 دیکھ پھر کس شوق سے لیتا ہوں میں  
 جان پھر کس شوق سے دیتا ہوں میں  
 عشق کا رستہ کوئی آساں نہیں  
 آدمی میں دل نہیں یا جاں نہیں  
 ہائے جن پردوں میں تو ہو گا نہاں  
 مجھ سے لاکھوں لوٹتے ہوں گے وہاں  
 عشق کی آتش سے ہے سینہ کباب  
 اک جھلک اپنی دکھا دے بے حجاب  
 دامنِ رحمت میں مجھ کو ڈھانک لے  
 مجھ بلالِ خستہ دل کو جھانک لے

فرقتِ محبوب کی طاقت نہیں  
اب جدائی کا الم اٹھتا نہیں  
یا جمال اپنا مجھے مولیٰ دکھا  
یا نبی پاک ﷺ سے مجھ کو ملا

حضرت بلال حبشیؓ کی فریاد مولا کو پسند آئی۔ قبولیت کا دروازہ

کھل گیا اور اب سببِ خلاصی شروع ہوتا ہے اسی روز جبکہ حضرت بلالؓ کی فریاد طلوع پر تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اسی دیوار کے نیچے سے گزرے اور یکا یک آپ کے کانوں میں نہایت درد کے ساتھ ہائے ہائے کی آواز آئی۔ صدیق اکبرؓ بے چین ہو کر وہیں کھڑے ہو گئے اور دریافت فرمایا کہ لوگو! یہ کس مصیبت زدہ کی آواز ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ اُمیہ کے ایک غلام کی آواز ہے جس کا نام بلال حبشیؓ ہے۔ وہ اللہ واحد کی توحید پر اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان لے آیا ہے اور اس کے ایمان کی خبر اُمیہ کو ہو گئی ہے۔ اس لیے وہ رات دن اب بلالؓ پر عذاب کرتا ہے چنانچہ اُس وقت بلالؓ ایک کوٹھری میں ہاتھ پاؤں بندھا ہوا کوڑوں سے پٹ رہا ہے آج ہی نہیں بلکہ عرصے سے اس کی یہی کیفیت ہے۔ اے صدیق اکبرؓ! بلالؓ کی درد آمیز صداؤں سے ہمسائے کے لوگ بے چین ہیں، مگر ہمارا کچھ بس نہیں چلتا کیونکہ اُمیہ ایک



امیر کبیر ہے ہم اُس کے غلام کو کیسے رہائی دِلوا سکتے ہیں۔

صدیق اکبر ؓ سنتے ہی لرز گئے اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا

اے اللہ! عاشقوں کی یہ آزمائش!! حضرت صدیق اکبر ؓ نے تمام رات

روتے ہوئے اسی دیوار کے نیچے گزاری۔ صبح ہوئی تو آپ اس مکان میں

داخل ہوئے فرمایا کہاں ہے اُمیہ؟ جب غلاموں نے بتایا تو آپ اُمیہ کے

پاس پہنچے اور فرمایا۔ او ظالم شقی! بلال پر اتنا ظلم! ارے اُس نے خدائے واحد

کو پکارا، تیرا کیا بگاڑا۔ تو نے کس لیے اُس پر طرح طرح کے عذاب کر

رکھے ہیں؟ چاہئے تو یہ تھا کہ ایسا شخص تجھے غنیمت ہوتا کہ اس کے سبب

تیری عاقبت درست ہوتی اور قیامت کے عذاب سے مامون ہوتا۔ اس پر

اُمیہ جواب میں کہتا ہے کہ قیامت ہے کہاں؟ اور اے ابو بکر ؓ تمہیں کیسے

معلوم ہوا کہ تمہارا دین سچا ہے؟ اور یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ قیامت

ضرور آئے گی؟ اور بالفرض عاقبت اور عاقبت کا عذاب و ثواب اگر کوئی

حقیقت بھی ہو تو ہونے دو۔ میرے پاس بھی کسی شے کی کمی نہیں ہے۔ پھر

میں کیوں اُن نعمتوں پر فریفتہ ہوں۔ جو محض وہمی اور خیالی باتیں ہیں۔

میرے پاس دُنیا میں بہشت موجود ہے اور یہ بات تم بھی جانتے ہو کہ کوئی

چیز ایسی نہیں ہے جو میرے پاس موجود نہ ہو۔ تمام عیش و عشرت کے سامان

میرے پاس دُنیا ہی میں موجود ہیں۔

حضرت صدیق اکبر ؓ یہ باتیں سن کر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ

اچھا تجھے اپنی جان کا اختیار ہے۔ شقی ازلی ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں لیکن یہ بتا کہ مظلوم بلال رضی اللہ عنہ پر کیوں اتنا ظلم کر رہا ہے؟

اُمیہ نے جواب میں کہا میں بلال رضی اللہ عنہ پر اتنا ہی ظلم کروں گا اور اسی طرح اس کو عذاب میں رکھوں گا۔ اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تمہیں اگر اُس پر ترس آتا ہے تو تم بھی مالدار ہو۔ دُنیا کی ثروت بہت کچھ رکھتے ہو اور اپنی آخرت پر بڑے نازاں ہو۔ یہ ثواب تم ہی کماؤ اور بلال رضی اللہ عنہ کو مجھ سے خرید لو۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تو یہی مدعا تھا کہ بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کر دیں۔ چنانچہ فرمایا کہ اے اُمیہ! بلال رضی اللہ عنہ کے معاوضہ میں کیا مانگتا ہے؟

اُمیہ ہنسا اور کہا کہ ہاں یہاں تک آپ مستعد ہیں۔ اُمیہ اپنی دانست میں بلال رضی اللہ عنہ کی قیمت نہایت گراں اور دُشوار مانگنی چاہتا تھا۔ اُمیہ نے کہا کہ دیکھو! ابو بکر رضی اللہ عنہ تم اُسے خرید نہ سکو گے۔ اس کی بہت بڑی قیمت ہے! پھر کہا کہ اگر تم بلال رضی اللہ عنہ کو خریدنا چاہتے ہو تو ایک مثقال سونا (ایک سو چالیس تولے) سونا اور نسطاس رومی غلام جو تمہارے پاس نہایت اعلیٰ درجہ کا کارندہ ہے اور بڑی لیاقت رکھتا ہے، کئی ہزار اشرفیاں اُس کی ملک ہیں۔ اُس کو مع اُن اشرفیوں کے مجھ کو دے دو اور بلال رضی اللہ عنہ کو مجھ سے لے لو۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نہایت خوشی سے منظور کر لیا کیونکہ نسطاس رومی اگرچہ بہت اچھا کارندہ تھا مگر کافر تھا۔ ایمان نہیں لاتا تھا۔ اُسی وقت آپ نے

نسطاس رومی کو مع اُس کے تمام مال و اسباب کے طلب کیا اور اُمیہ کے حوالے کر دیا اور ایک مثقال سونا اپنے پاس سے دیا اور اس طرح بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کر دیا پھر آپ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوئے بلال رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیے باہر تشریف لائے۔ اُمیہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھتا تھا اور ہنستا تھا اور اپنے مصاحبوں سے کہتا تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تمام حجاز عرب میں نہایت عقلمند جانتا تھا لیکن آج اس معاملہ میں انہوں نے بہت بڑا بالیافت غلام دیا اور کئی ہزار اشرفیاں دے کر ایک مفلس و نکما غلام لے لیا۔ میں تو بلال رضی اللہ عنہ جیسے غلام کو ایک پیسے کا بھی نہ خریدتا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اُمیہ کی جب یہ باتیں سنیں تو وہیں ٹھہر گئے اور فرمایا کہ اے اُمیہ! میں تجھ کو تمام حجاز عرب میں دُنیا کے معاملات میں نہایت عقلمند جانتا تھا لیکن آج تو نے اس معاملہ میں بہت بڑا دھوکا کھایا اور نسطاس رومی جیسے بے حقیقت غلام اور چند اشرفیوں کے بدلے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو میرے حوالے کر دیا۔ تو یہ بھی نہ جان سکا یہ خریدار اس سودے کا کہاں تک کا گاہک ہے۔ تجھے خبر نہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ کیا چیز ہے اور اس کا مرتبہ کیا ہے! قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اگر تو بلال رضی اللہ عنہ کے بدلے میں یمن کی ساری سلطنت بھی مانگتا تو وہ بھی تھوڑی تھی میں تو اپنا مال و منال تجھے دے دیتا اور بلال رضی اللہ عنہ کو خرید لیتا مگر تو نے بلال رضی اللہ عنہ کی قیمت کچھ بھی نہ مانگی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ پھر جو کچھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں آ کر لیا سولیا۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے:

”أَرَى الْجَنَّةَ وَسَمِعْتُ خَشْخَشَةَ أَمَاهِي فَأَذَاهُ بِلَالٌ“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب شبِ معراج میں مجھے جنت دکھائی گئی تو میں نے دیکھا کہ کوئی میرے آگے چل رہا ہے کہ اُس کی جوتیوں کی آواز میرے کان میں آتی ہے۔ پس کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں جو مجھ سے آگے آگے جنت میں چل رہے ہیں۔

دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت بلال رضی اللہ عنہ کی مشتاق ہے۔ حقیقت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ثابت ہو گیا یہ کہ:

”إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ لِمَنْ أَطَاعَهُ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا“

یعنی اللہ تعالیٰ نے جنت کو اپنے فرمانبردار بندے کے لیے پیدا کیا ہے۔ اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ غلام و مملوک کے لیے اطاعت باعثِ عزت ہے اور شریف و آزاد کے لیے نافرمانی باعثِ ذلت ہے۔

آبرو وہ ہے جو ہو حشر کے دن او منعم

ہم کو دُنیا میں نہیں عزت و توقیر پسند

## آخرت کا سودا

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اس قدر گراں قیمت پر خریدنے سے صرف اُمیہ نے ہی یہ خیال نہیں کیا تھا بلکہ اور بہت سے اہل کفر نے بھی یہ رائے ظاہر کی تھی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اس قیمت پر خرید کر نہایت نادانی کا ثبوت دیا ہے۔ اتنی قیمت میں تو کئی غلام مفید و کارآمد خریدے جاسکتے تھے اور ان سے بہت کچھ دُنیا کا نفع کمایا جاسکتا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں کے جواب میں بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہی فرمایا کہ میں نے دُنیا کمانے کیلئے اس غلام کو نہیں خریدا بلکہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے خریدا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں پارہ نمبر 30 سورۃ التلیل نازل ہوئی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں اذرا سی سودے کے بارے میں ارشاد ہوا کہ

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝۱۷ الَّذِي يُؤْتِي

مَالَهُ يَتَزَكَّى ۝۱۸

ترجمہ: ”اور بچا لیا جائے گا اس سے وہ بڑا پرہیزگار۔ جو دیتا ہے اپنا مال پاکیزگی کی خاطر۔“

(پارہ 30، سورۃ التلیل، آیت نمبر 17 تا 18)

یعنی قریب ہے کہ بچالیں گے ہم جہنم کی آگ سے اُس شخص کو کر دیتا ہے مال اپنا واسطے پاک کرنے نفس کے چنانچہ کفار نے کہا کہ کچھ حق بلال رضی اللہ عنہ کا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ہوگا۔ جو اتنا مال اُس پر صرف کر کے اُسے خرید اپس آیت نازل ہوئی: ”وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى“ یعنی اور نہ تھا کسی بشر کا (ابو بکر پر) حق نعمت کہ بدلہ دیا اُس کا (ابو بکر صدیق نے) مزید فرمایا: ”إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى“ یعنی مگر کیا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ کام واسطے رضائے الہی کے جو بلند و بالا ہے اور برتر ہے: ”وَلَسَوْفَ يَرْضَى“ اور قریب ہے یہ کہ راضی ہوگا رب ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے۔ یعنی راضی تو اب بھی ہے مگر قیامت کے دن اُس کا ظہور ہوگا۔

### بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی اذان

حضور آقائے نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اس دُنیا سے تشریف لے گئے تو حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ جو مسجد نبوی میں اذان دینے کی خدمت پر مامور تھے۔ مدینے کی گلیوں میں سے دیوانہ دار یہ کہتے ہوئے پھرتے تھے: کہ لوگو! اگر کسی نے میرے سردارِ باوقار صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں دیکھا ہو تو مجھے بتاؤ۔ میرے آقائے مجھ سے پردہ کر لیا ہے۔ خدارا مجھے میرے آقا سے ملاؤ۔ کچھ دنوں تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی یہ حالت رہی مگر اس غم و الم کو وہ مدینے میں سہار نہ کر سکے اور وہاں سے ہجرت کر کے ملکِ شام



کی طرف چلے گئے اور شہر حلب میں سکونت اختیار کر لی۔ مگر فراقِ رسول ﷺ کے مریض کو کہاں چین مل سکتا تھا۔ وہاں بھی عشقِ رسول ﷺ میں سرگرداں ہی رہتے تھے۔ اسی طرح تقریباً ایک سال گزر گیا تو ایک رات خواب میں دیکھا کہ روحی فدا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ اے بلال رضی اللہ عنہ! تم نے ہم سے ملنا چھوڑ دیا اور کیا ہماری ملاقات سے تمہارا دل سیر ہو گیا؟ اتنا سنا اور خواب میں ہی لبیک لبیک سیدی کہتے ہوئے بیدار ہو گئے اور کہا۔ اے میرے آقا! غلام حاضر ہے اور اسی وقت مدینہ طیبہ کی طرف چل کھڑے ہوئے اور رات دن منزلیں طے کرتے ہوئے چلے جا رہے ہیں اور خیال یہ ہے کہ حضور ﷺ دوبارہ زندہ ہو کر مدینہ تشریف لے آئے ہیں اور مسجد نبوی میں رونق افروز ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ارد گرد بیٹھے ہیں دل میں یہی خیال ہے کہ جلد سے جلد پہنچیں اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر سکونِ قلب حاصل کریں چنانچہ جب مدینہ پہنچے تو آپ سیدھے مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور ہر طرف دیوانہ دار حضور ﷺ کو تلاش کرنا شروع کیا۔ کبھی صحن کی طرف جاتے ہیں تو کبھی دالان کی طرف رُخ کرتے ہیں اور آنکھیں اپنے حبیب کی تلاش اور جستجو میں لگی ہوئی ہیں جب اپنے مدعا کو کہیں نہ پایا تو مزارِ اطہر کی طرف آئے اور وہاں کھڑے ہو کر زار و قطار روتے ہوئے عرض

کیا کہ حضور! اس غلام کو حلب سے یہ کہہ کر بلایا کہ ہم سے مل جاؤ۔ پھر جب یہ غلام لبیک کہتا ہوا حاضرِ مدینہ ہوا تو حضور پردے میں چھپ گئے۔

نظم

اب کہاں ڈھونڈے غلامِ سرمدی

اب کہاں دیکھے جمالِ احمدی

اب زیارت ہو کہاں سرکار کی

اب کہاں دیکھوں تمہیں پیارے نبی

اب کہاں دیدارِ مُرسل ہو مجھے

اب کہاں باتیں وہ حضرت سے کرے

قبرِ اطہر سے نہ جب آئی صدا

اور بھی فرقت سے سینہ شق ہوا

روتے روتے جن کو بس غش آ گیا

کتنا بے پروا ہے تو ربِّ العلیٰ

بہت دیر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جب ہوش آیا تو لوگ مزارِ اطہر

کے پاس سے اٹھا کر باہر لائے۔ اس عرصہ میں مدینے میں بلال رضی اللہ عنہ کی آمد

کی شہرت ہو گئی اور لوگ اُن کو دیکھنے کے لیے جمع ہونے لگے۔ سب کی یہی

آرزو تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے ہیں

چلو اُن سے ملیں اور درخواست کریں کہ ایک مرتبہ ہمیں اُسی انداز سے اذان سنا دیں جس طرح وہ حضور ﷺ کو سنایا کرتے تھے۔ چنانچہ اہلِ مدینہ نے اصرار کیا کہ ہمیں اذان سناؤ۔ مگر اُن کے جواب میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب اذان دینی میری طاقت سے باہر ہے۔ میں ہرگز اذان نہ دے سکوں گا۔ انتہائی اصرار کے باوجود آپ نے یہی کہا کہ اذان دینا اب میری طاقت سے باہر ہے اور آپ اذان کے لیے راضی نہ ہوئے۔

آخر اہلِ مدینہ نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ ہمارے کہنے سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کے لیے تیار نہ ہوں گے۔ ایسا کیا جائے کہ پیارے حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا جائے اور اُن سے کہا جائے کہ وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اذان کی فرمائش کریں تو اُن کی بات کو یہ نہ ٹال سکیں گے چنانچہ اُسی وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ پہنچے اور انہیں سب حالات سے اطلاع دی۔ وہ تشریف لائے اور بلال رضی اللہ عنہ سے اذان دینے کی فرمائش کی۔ بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں اٹھالیا اور کہا کہ تم میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ ہوں اور میں تو اسی گھر کا غلام ہوں جس طرح ارشاد ہوگا بلال رضی اللہ عنہ تمہیں حکم کرے گا۔ چنانچہ کہا اچھا اے حسین رضی اللہ عنہ مجھے لے چلو جہاں کہو گے وہیں کھڑے ہو کر اذان سنا دوں گا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لے چلے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی چھت پر لے جا

کر کھڑا کر دیا اور اب بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دینی شروع کی۔ پہلی ہی مرتبہ جو  
 اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ کی آواز گونجتی تو زمانہ نبوت کی سی ایک لہر تمام  
 مدینے میں پھیل گئی اور زمانہ نبوت کا ایک سماں بندھ گیا۔ ہر چھوٹا بڑا کام  
 چھوڑ کر مسجد نبوی کی طرف دوڑ پڑا۔ حتیٰ کہ عورتیں بھی اپنی چادریں اوڑھ اور  
 بچوں کو لیے ہوئے آ پہنچیں مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب اپنی اذان میں  
 أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ بِأَوَّازٍ بَلَدٌ كَمَا هِيَ تَحَا كَمَا غَشَّ كَمَا كَرَّ كَرَّ  
 اور دیر تک ہوش نہ آیا۔ اہل مدینہ کے قلب پر ایک حالت طاری ہو گئی۔

نظم

چنچ اٹھی اُمتِ خیر الانام  
 روتے تھے اہل مدینہ سب تمام  
 بندھ رہی تھیں ہچکیاں مخلوق کی  
 جان کھوئے دے رہا تھا ہر کوئی  
 بندھ رہا تھا آپ ﷺ کا سارا سماں  
 خود نظر آتے تھے واں پیارے میاں ﷺ  
 ننھے بچے ماؤں سے کہنے لگے  
 کیا رسول اللہ ﷺ ہمارے آگے  
 ایک قیامت تھی مدینے میں پیا  
 جب محمد ﷺ نام آیا اے فنا

آگیا غش اُس مؤذن کو وہیں  
 اور ازاں بھی کر سکا پوری نہیں  
 ہوش جب آیا تو وہ روتے ہوئے  
 پھر حلب کی سمت ہجرت کر گئے

چنانچہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا تو آپ نے اہل مدینہ  
 سے معذرت کی اور کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ جب زمانہ نبوت میں اذان  
 پڑھتا تھا تو جب بھی اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ کہتا تھا تو نگاہ اٹھا کر  
 دیکھ لیا کرتا تھا کہ یہ ہیں وہ نبی آخر الزمان اور امام الانبیاء جن کی میں  
 شہادت دے رہا ہوں اب تم ہی بتاؤ کہ میں یہ جملہ کہتے ہوئے کسے دیکھوں  
 اور اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کو کہاں پاؤں۔ یہ کہا اور زار و قطار روتے ہوئے  
 مدینہ طیبہ کی بستی سے باہر چلے گئے اور جنگلوں کی خاک چھانتے ہوئے  
 عرصہ دراز کے بعد حلب پہنچ گئے۔

(الوعظ جلد 15، نمبر 4)



## حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت بغداد ۲۲۵ ہجری

وفات بغداد ۳۳۲ ہجری

اللہ کے نام کی کو

ابتداء میں آپ کا قاعدہ تھا کہ جو کوئی آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کا نام لیتا آپ اُس کا منہ شکر سے بھرتے تھے اور بچوں کو اس لیے شکر بانٹا کرتے تھے کہ وہ آپ کے سامنے آ کر اللہ تعالیٰ کا نام لیں۔ اس کے بعد آپ نے یہ طرز اختیار کیا جو کوئی آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کا نام لیتا اُسے آپ روپے اور اشرفیاں دیتے چنانچہ آپ عرصہ تک ایسا ہی کرتے رہے اس کے بعد آپ کا یہ شیوہ ہوا کہ ننگی تلوار ہاتھ میں لیے پھرتے اور کہتے کہ جو میرے سامنے اللہ تعالیٰ کا نام لے گا میں اُس کا سر قلم کر دوں گا۔ لوگوں نے ازراہِ تعجب دریافت کیا کہ اے شیخ شبلی پہلے جو کوئی آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کا نام لیتا تھا تو آپ اُس کے منہ میں شکر بھرتے تھے۔ پھر روپے اور اشرفیاں



اللہ تعالیٰ کا نام لینے والوں کو مدت تک دیتے رہے۔ اب یہ حالت ہے کہ سنگی تلوار لیے پھرتے ہو اور کہتے ہو کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کا نام لے گا میں اُس کا سر قلم کر دوں گا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا لوگو! شروع میں مجھے یہ خیال تھا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کا نام حقیقت اور معرفت کی راہ سے لیتے ہیں۔ میں اُن کی قدر کرتا تھا اور اُن کے منہ شکر سے بھرتا تھا لیکن اب مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا نام محض عادت اور غفلت سے لیتے ہیں اور میں اس بات کو پسند نہیں کرتا ہوں کہ لوگ عادت سے اُس کا نام لیں۔ پھر آپ کا قاعدہ یہ ہوا کہ جہاں کوئی آپ اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو ادیکھتے آنکھوں سے لگاتے اور بوسے دیتے اور اس کی بیحد تعظیم کرتے۔ ایک مرتبہ آپ اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو ادیکھ کر اُس سے اسی طرح مشغول تھے کہ اتنے میں آسمان سے ندا آئی کہ اے شبلی! کب تک تو ہمارے نام کا عاشق رہے گا اور کب تک اسم ذات سے محبت کرے گا؟ اب ہم سے عشق اور ہماری ذات سے تعلق پیدا کر! یہ سنتے ہی آپ کو ذوق و شوق اور عشقِ الہی اس درجہ پیدا ہوا کہ اسی حالت میں آپ جا کر دریائے دجلہ میں کود پڑے جہاں دریا کی لہر کے نام حکم آیا کہ میرے عاشق کی حفاظت کر اور اسے عافیت کے ساتھ کنارے پر پہنچا! چنانچہ دریا کی لہر نے آپ کو زندہ سلامت کنارے پر پہنچا دیا۔ پھر آپ اسی ذوق و شوق میں پھرتے ہوئے ایک جگہ آگ میں جا گرے وہاں بھی آپ کا بال بیکانہ

ہوا اور زندہ سلامت باہر نکل آئے۔ غرضیکہ اسی طرح آپ عشق و محبت میں درندوں سے بھرے جنگلوں میں پھرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ وائے ہے اُس شخص پر جس کو پانی نے ڈبویا نہ آگ نے جلایا نہ درندوں نے پھاڑا جس کے جواب میں آسمانی ندا اپنے کانوں سے یہ سنتے۔

نظم

اللہ کا مقتول جو ہو گا کوئی شبلی  
قتل اُس کو جہاں بھر میں کوئی شے نہ کریگی  
دارین میں اللہ سے لو جس نے لگائی  
اللہ کی مرضی فقط اک اُس نے ہی پائی  
ذاتِ صمدی دونوں جہاں ہیں ترے صدقے  
قربان ترے نام کے ہر چیز ہے ہر شے

شبلی کی دیوانگی

جب حضرت شیخ شبلی کی حالت خدا کی محبت میں از خود رفتہ ہو گئی تو لوگوں نے آپ کو زنجیروں میں جکڑ دیا مگر آپ کے جذبات نے جب بھی آپ کو سکون سے بیٹھنے نہ دیا، آخر کار قید میں بھیج دیئے گئے اور بعض لوگ آپ کی نسبت یہ کہنے لگے کہ شبلی دیوانہ ہو گیا ہے۔ آپ اُن کے جواب میں کہتے تھے کہ قیامت میں معلوم ہو جائے گا کہ میں دیوانہ ہوا ہوں یا تم دیوانے ہو!

کچھ لوگ آپ کے پاس قید خانہ میں ملنے کی غرض سے گئے۔ آپ نے اُن سے دریافت فرمایا تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ ہم سب آپ کے معتقد اور آپ کے سچے دوست ہیں۔ یہ سن کر آپ نے پتھر اٹھا اٹھا کر انہیں مارنے شروع کیے لوگ بھاگنے لگے تو شیخ شبلی فرماتے کیا ہیں:

دوست میرے حیف یہ کیسے ہو تم  
 بھاگتے ہو مجھ سے ایسے نوک دم  
 تم اگر اُلفت میں سچے تھے میری  
 بھاگتے ہرگز نہ یوں سب کے سبھی  
 صبر کرتے تم مری تکلیف پر  
 میں سمجھتا دوست تم کو سر بسر

### عاشقِ صادق کا دل

کسی جگہ حضرت شیخ شبلی اللہ اللہ کر رہے تھے۔ ایک درویش آیا اور آپ سے اُس نے کہا کہ اگر آپ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہیں تو بہت مناسب ہو۔ یہ سن کر شیخ شبلی نے ایک نعرہ مارا اور فرمایا۔ میں ڈرتا ہوں کہ حرفِ لا پر میری جان نہ نکل جائے۔ درویش کے دل پر اس فقرے کا ایسا اثر ہوا کہ وہ اسی وقت جاں بحق تسلیم ہو گیا۔ اس واقعہ کی شہر میں شہرت ہوئی۔ درویش کے ورثا

آئے اور شیخ شبلیؒ کو بادشاہ کے دربار میں پکڑ کر لے چلے۔ آپ اپنے وجد کے غلبوں میں مستانہ وار جھومتے دربار میں پکڑے ہوئے جا رہے تھے اور جب وہاں پہنچے اور درویش کے ورثاء نے بادشاہ کے رُوبرو درویش کے خون کا دعویٰ پیش کیا تو بادشاہ نے آپ سے دریافت کیا: شبلیؒ! یہ کیا کہتے ہیں؟

مست شبلی علیہ الرحمۃ جواب دیتے ہیں:

نظم

جاملا مطلوب سے طالب اگر  
 پھر ملانے والے کو کیا اس میں ڈر  
 وصل ہو گر عاشق و معشوق کا  
 دوسروں کا اس میں کیوں پھر دم چلا  
 ہو جسے دیدار بس اُس کے نصیب  
 آملے غفار بس اُس کے نصیب  
 ایک صاحبِ دل خدا سے جا ملا  
 اس کو بس مقصود حاصل ہو گیا  
 کیا خطا شبلی کی اس میں کیا خطا  
 میرے منہ سے لا نہیں وہ سن سکا

شبلی علیہ الرحمۃ کا یہ کلام سن کر بادشاہ نے اپنے وزیروں کو حکم دیا کہ اس مست کو میرے سامنے سے جلدی لے جاؤ! کیونکہ اس مست کے کلام

سے مجھ پر ایک حالت طاری ہوا چاہتی ہے۔ اگر ذرا اس نے یہاں اور باتیں کیں تو واللہ میں بے ہوش ہو کر تخت سے نیچے گر جاؤں گا۔

## نظم

اے گروہِ اولیاء کیا دل ہوئے تم کو عطا  
 اک شعلہٴ عشقِ خدا جس میں پھڑکتا ہے پڑا  
 جس کسی کو دیکھنی ہو طورِ سینا کی بہار  
 وہ دلوں کو بس تمہارے آن جھانکے ہونہار  
 وہ تجلے ربّہٴ بیشک نظر آجائے گا!  
 سُرْمہ سُرْمہ ہو گا جس سے قالبِ خاکی فنا  
 عرش و کرسی کو نہ دیکھو دیکھ لو عاشق کا دل  
 آگ جس میں سوزِ وحدت کی ہے ہر دم <sup>مشتعل</sup>  
 جس کی موسیٰ کو نہیں تاب و تو اں اے دوستو!  
 اُس سے مملؤ پاؤ گے تم ہر ولی کے قلب کو  
 جس کی گنجائش نہیں چودہ طبق میں اے فنا  
 جھانک کر دیکھا، ولی کا دل تو بس وہ اس میں تھا  
 کچھ تو تُو بھی لے سبق اسحق ابن اللہ سے  
 کچھ تو تُو بھی صاف کر دل کو خدا کے واسطے

## چند اہم اقوال

۱۔ حضرت شیخ شبلیؒ نے اپنے ایک مصری مُرید سے فرمایا کہ اگر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک تو میرے پاس آئے اور اس عرصے میں تیرے دل میں سوائے حق تعالیٰ کے کوئی دوسرا خیال گزرے تو سمجھ لے کہ ابھی دُنیا کی طلب تیرے دل میں باقی ہے اور دُنیا کا طلب گار آخرت کے لیے کیا کما سکتا ہے۔ دُنیا میں جتنے دن جیو آخرت کے لیے کھیتی کرو۔ **الدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ**۔ آپ نے فرمایا حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

**مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ**

**تَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ**

ترجمہ: ”جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے۔“

(پارہ 25۔ سورۃ الشوریٰ۔ آیت نمبر 20)

۲۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں کسی دن اللہ تعالیٰ کے لیے بھوکا بیٹھا ہوں اور حق تعالیٰ نے میرے قلب میں حکمت و عبرت کا نور داخل نہ کیا ہو۔ آپؐ فرماتے ہیں حضرت محمد صلی اللہ



تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ بہت سیر ہو کر نہ کھایا کرو  
ایسا نہ ہو کہ تمہاری پُر خوری کی وجہ سے نورِ معرفت کا چراغ  
تمہارے دل میں گل ہو جائے۔

۳۔ حضرت انبازیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت شبلیؒ کی خدمت  
میں ایک زیشمی چادر اوڑھ کر گیا۔ تو دیکھا کہ وہ ایک عمدہ ٹوپی  
اوڑھے ہوئے بیٹھے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ ٹوپی تو  
میرے لباس کے قابل ہے اگر شیخ یہ ٹوپی مجھے عنایت کر دیں تو کیا  
ہی اچھا ہو۔ مجھے یہ خیال آیا ہی تھا کہ شیخ نے کہا کہ اپنی چادر مجھے  
دے۔ میں نے وہ چادر فوراً شیخ کے حوالے کی۔ شیخ نے میری چادر  
اور اپنی ٹوپی دونوں کو فوراً آگ میں ڈال دیا اور فرمایا کہ دیدارِ الہی  
کے سوا کوئی دوسری آرزو دل میں رکھنے کے لائق نہیں ہے۔

وے کز غیرِ او اندیشہ وارد

مگس جائے پری در شیشہ وارد

۴۔ ایک شخص نے 2 درہم کا جوتا خریدا اور پہن کر حضرت شبلیؒ کی  
خدمت میں پہنچا اور دریافت کیا کہ اے شیخ محبتِ الہی کیا چیز ہے اور کیونکر  
حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جو شخص 2 درہم کا جوتا پہنتا ہے اور نفس کی  
خواہشوں پر رتجھ رہا ہے اور لذتِ خودی میں بے خود ہو رہا ہے۔ اُس کو خدا  
اور محبتِ خدا سے کیا سروکار ہے۔

## بعدِ مُردن

۱۔ حضرت شبلیؒ کو اُن کی وفات کے بعد کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ فرمائیے۔ منکر و نکیر کے ساتھ کیسی گزری؟ آپ نے جواب دیا کہ جب وہ میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ بتا تیرا رب کون ہے؟ تو میں نے جواب میں کہا کہ میرا رب وہی ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر جماعتِ ملائکہ کو حکم دیا **سُجِدُوا لِآدَمَ**۔ یعنی سجدہ کرو آدم کو تو پھر **فَسَجِدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ**۔ یعنی سجدہ کیا سب ملائکہ نے مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی کی اور فرمایا شبلیؒ نے کہ میں اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا۔ اس پر نکیرین بولے کہ اس نے تو تمام اولادِ آدم کی طرف سے جواب دے دیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔

۲۔ ایک اور بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ کیا گزری؟ آپ نے بتایا کہ اس بات پر سوال ہو گیا کہ میں دُنیا میں کہا کرتا تھا کہ اس سے بڑھ کر کوئی نقصان نہیں ہے کہ انسان جنت کا حقدار نہ ہو اور دوزخ میں بھیج دیا جائے تو فرمایا کہ سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہ جائے۔



## حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ

### جنات کے باغ میں

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک سال میں ایک قافلے کے ساتھ حج کیلئے جاتا تھا۔ راستے میں مجھ پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ جس میں تنہائی کی ضرورت ہوئی (یہ حالت ایک مقامِ ولایت ہے کہ جس سے اکثر اولیاء اللہ ہو کر گزرتے ہیں) چنانچہ فرماتے ہیں کہ میں نے قافلہ کو چھوڑ دیا اور دوسری راہ ہو لیا اور تین دن تک راستہ طے کرتا رہا۔ کھانے پینے کا خیال تکِ دل میں نہیں آیا۔ تیسرے دن ایک مقام پر پہنچا جہاں ایک سرسبز باغ تھا۔ اُس باغ کے درخت ہر قسم کے میووں سے جھکے جا رہے تھے اور باغ کے بیچوں بیچ ایک صاف شفاف چشمہ بہ رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید یہ جنت کا ایک باغیچہ ہے جسے اللہ تعالیٰ

نے دُنیا میں مجھے دکھایا ہے۔

میں اسی سوچ میں تھا کہ میں نے کچھ لوگوں کو اپنی طرف آتے دیکھا یہ لوگ نہایت قیمتی لباس پہنے ہوئے تھے۔ یہ سب میرے قریب پہنچے اور میرے چاروں طرف کھڑے ہو گئے۔ میں نے سلام علیک کی انہوں نے جواب دیا۔ پھر میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کون لوگ ہیں اور یہ کیا جگہ ہے؟ ایک شخص نے جواب دیا کہ ہم اُس قوم جنات میں سے ہیں جنہوں نے جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن مجید سنا تھا۔ جس کا قصہ سورہ جن میں مذکور ہے:

فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قرآنًا عَجَبًا ۝<sup>۱</sup> يَهْدِي إِلَى  
الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۝ وَلَنْ نُشْرِكَ  
بِرَبِّنَا أَحَدًا ۝<sup>۲</sup>

ترجمہ: ”سو کہا انہوں نے: بلاشبہ ہم نے سنا ہے ایک قرآن بڑا عجیب۔ جو رہنمائی کرتا ہے راہِ راست کی طرف اس لیے ہم ایمان لے آئے ہیں اس پر اور ہرگز نہ شریک بنائیں گے ہم (اب) اپنے رب کے ساتھ کسی کو۔“

(پارہ 29، سورۃ الجن، آیت نمبر 1 تا 2)

یعنی انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک کلام سنا جو نجات کی طرف بلاتا ہے جس پر ہم ایمان لائے اور اب ہم اپنے خدائے واحد کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

ان جنات نے جو اُس وقت بصورت انسان کھڑے تھے۔ حضرت ابراہیم خواص سے کہا کہ آج کل ہم میں ایک مسئلہ پر کچھ اختلاف ہو رہا ہے اگر آپ فیصلہ کر دیں تو بہتر ہے، چنانچہ میں نے ان کی بات سنی اور شریعت کا حکم ان کو بتا دیا۔ پھر میں نے ان سے دریافت کیا کہ اس جگہ سے میرے قافلہ کا کتنا فاصلہ ہے؟ تو وہ ہنس کر کہنے لگے کہ اے ابراہیم خواص! خدا کے کارخانے عجیب ہیں۔ جس جگہ آپ آئے بیٹھے ہیں۔ اس جگہ اب سے پہلے کوئی انسان نہیں آیا ہے۔ البتہ صرف ایک شخص تم سے پہلے یہاں آیا تھا جس نے یہیں انتقال کیا اور یہیں اُس کی قبر بنی ہوئی ہے۔ ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ میں اُس شخص کی قبر پر گیا تو دیکھا کہ قبر کے سرہانے ایک تختہ زرگس کے پودوں کا کھلا ہوا ہے اور اُس کی قبر پر قلم قدرت سے لکھا ہوا ہے کہ یہ قبر اللہ تعالیٰ کے پیارے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک شہید کی ہے اور یہی فقرے زرگس کے ہر پتے پر لکھے ہوئے ہیں۔

پھر ان جنات نے مجھے بتایا کہ اس وقت تمہارا قافلہ یہاں سے کئی مہینے کی راہ ہے۔ یکا یک مجھے غنودگی آگئی۔ جب میں بیدار ہوا تو میں نے

اپنے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس کے قریب بیٹھا ہوا پایا اور دیکھا کہ کچھ پھول جنات کے باغ کے میرے دامن میں بندھے ہوئے ہیں۔ یہ پھول میرے پاس کئی دن تک رہے مگر ان کی تروتازگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ پھر ایک دن وہ پھول یک بیک میرے پاس سے غائب ہو گئے۔

قرآن مجید کی تعلیم نے جنات و انسان کو دولتِ ایمان اور توحیدِ الہی سے مالا مال کیا اور دنیا کی مشکلات کو یک قلم آسان کر دیا۔ کلامِ الہی ہی انسان و جنات کا صحیح رہنما ہے۔

### نظم

رہنمائی کس نے کی یہ تیرے ساتھ  
 بات ایسی کیونکہ آئی تیرے ہاتھ  
 کونسا وہ رہبرِ کامل ملا  
 جس نے اس رستے پہ تجھ کو کر دیا  
 ہے یہ بس قرآن میں ایسا کمال  
 وہ ہی سکھلاتا ہے سب کو ایسی چال  
 یہ لگائے جس کو سیدھی راہ پر  
 ڈگمگائے کیوں بھلا پھر وہ بشر



## سانپوں کے جنگل میں

حضرت حامد اسود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابراہیم خواصؒ کے ساتھ سفر میں تھا۔ اتفاقاً ہم ایسے جنگل میں پہنچے جہاں سانپوں کی بہت کثرت تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت یہاں سے جلد نکل جانا چاہئے ایسا نہ ہو کہ رات ہو جائے اور ہم سانپوں میں گھر جائیں۔ تو پھر ان سے جان بچانی دُشوار ہو جائے گی۔ حضرت ابراہیم خواصؒ نے میری یہ بات سنتے ہی بستر کر دیا۔ میں سخت پریشان ہوا مگر مجبور تھا۔ جب رات ہو گئی تو سانپوں نے ہمیں آن گھیرا۔ مجھے ڈر محسوس ہوا اور میرے منہ سے نکلا۔ سانپ! سانپ! حضرت ابراہیم خواصؒ نے مجھ سے کہا کہ چپ رہ! اور یادِ خدا میں مشغول ہو جا چنانچہ میں نے قلب کو یکسو کیا اور یادِ خدا میں مشغول ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ جوں جوں ہم ذکر اللہ میں غرق ہوتے گئے۔ سانپ بھاگنے شروع ہو گئے، پھر میں نیند کے غلبہ کی وجہ سے غافل ہو گیا۔ تو پھر سانپوں نے آگھیرا تو مجھے پھر خوف محسوس ہوا۔ تب حضرت ابراہیم خواصؒ نے مجھے جھٹک کر کہا کہ ذکر اللہ کیوں نہیں کرتا۔ پھر میں نے ذکر الہی شروع کر دیا۔ سانپ پھر وہاں سے غائب ہو گئے۔ جب صبح ہوئی اور ہم نمازِ فجر سے فارغ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ جہاں شیخ کی جانماز پچھی ہوئی تھی وہاں ایک بہت بڑا سانپ بیٹھا ہے۔ میں نے حیران

ہو کر کہا کہ اے شیخ! یہ کیا بات ہے؟

حضرت ابراہیم خواصؑ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ میں نام لکھانا چاہتا ہے اور ابھی تک لڑکپن تیرے اندر موجود ہے۔ کیا تو اس بات پر غور نہیں کرتا ہے کہ ہم رات بھر سینکڑوں سانپوں کے بیچ میں بیٹھے رہے اور اللہ ربُّ العزت کے فضل و کرم سے ہم اُن کی ایذا رسانی سے محفوظ رہے کیا یہ ذکر و شغل کا نتیجہ نہیں ہے۔ کیا یہ تلاوتِ قرآن پاک کی برکت نہیں ہے۔

دیو بگریزد ازاں قوم کہ قراں خواند

### انار کی خواہش اور ایک سبق

حضرت ابراہیم خواصؑ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک پہاڑ پر گیا تو دیکھا کہ وہاں انار کے درخت بکثرت ہیں اور لاتعداد انار اُن میں لگے ہیں۔ میرے نفس نے خواہش کی کہ ایک انار توڑ کر کھاؤں چنانچہ میں نے ایک انار توڑ کر کھایا تو وہ بہت کھٹا تھا۔ اُسے پھینک دیا اور اس ارادہ سے اور آگے بڑھا کہ اور انار توڑوں شاید وہ میٹھا ہو۔ تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص زمین پر پڑا ہے اور ہزاروں شہد کی مکھیاں اُسے لپٹ رہی ہیں اور اس شخص کو کاٹ کاٹ کر سُجا دیا اور زخمی کر دیا ہے۔ میں نے اُسے سلام علیک کی۔ اُس نے جواب میں کہا وعلیکم السلام اے ابراہیم! میں نے حیران ہو کر دریافت کیا کہ تم نے میرا نام کیسے جانا؟ اُس شخص نے جواب دیا کہ جو خدا کو پہچانتا ہے

تو پھر خدائے تعالیٰ اُس بندے کو جس چیز سے چاہتا ہے آگاہ کر دیتا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ جب تم اتنے خدارسیدہ ہو تو خدائے تعالیٰ سے دُعا کیوں نہیں کرتے کہ وہ تمہیں ان مکھیوں کی مصیبت سے نجات دے۔ یہ سن کر اُس شخص نے فوراً کہا کہ تو، بھی تو اللہ تعالیٰ جسے تعلق رکھتا ہے۔ پھر دُعا کیوں نہیں کرتا کہ خدائے تعالیٰ تیرے نفس سے انار کی خواہش کو دُور کر دے۔ یاد رکھ کہ ان مکھیوں کے کاٹے کے زخم کی تکلیف اس دُنیا تک محدود ہے مگر انار کی خواہش کا زخم تجھے اُس جہاں میں ستائے گا۔

### حضرت خضر علیہ السلام کا ساتھ

حضرت ابراہیم خواص رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں سرگرداں تھا کہ میری ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی اور میں اُن کے ساتھ ہولیا اور آنہوں نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا پھر میرے دل میں خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا دل ان پر تکیہ کر بیٹھے اور مطمئن ہو جائے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا کمزور پڑ جائے چنانچہ میں نے ان سے رخصت ہونے کی اجازت چاہی اور الگ ہو گیا۔

وَمَنْ يَتَّوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ط

ترجمہ: ”اور جو بھروسہ کرے اللہ پر سو وہ اس کے لیے کافی ہے۔“

(پارہ 28، سورۃ الطلاق، آیت نمبر 3)

اُس پہ تکیہ ہو تو توکل اُس پہ ہو  
 سب ارادے اپنے اُس پر سونپ دو  
 مشکلیں آسان ہو جائیں گی سب  
 اور تمنائیں بھی برآئیں گی سب  
 پھر توکل کی اگر کوشش کرو  
 تم ہی تم بس ایک پھر دکھلائی دو

.....  
 جو توکل جز کہ تسلیم تمام  
 اور غم و راحت ہمہ مکر است دوام

### نزولِ جوانِ نعمت

حضرت ابواسحاق ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ میں ایک روز ایک  
 جنگل میں سے گزر رہا تھا تو کچھ فاصلہ پر میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ  
 میری طرف آ رہا ہے۔ میں نے اُس کی طرف کوئی التفات نہیں کیا تو اُس  
 نے مجھے آواز دی اور میرے قریب پہنچ کر مجھے سلام کیا اور کہا کہ اگر آپ  
 مجھے اجازت دیں تو میں چند روز آپ کے ساتھ رہوں۔ میں نے اُس شخص  
 سے دریافت کیا کہ تیرا مذہب کیا ہے؟ اُس نے بتایا کہ میں آتش پرست  
 ہوں۔ میں نے اُس آتش پرست سے کہا۔ جہاں میں جا رہا ہوں وہاں تو  
 نہیں پہنچ سکتا اور اُس طرف کا راستہ تجھے مل ہی نہیں سکتا۔ اس کے جواب

میں اُس جوان آتش پرست نے کہا کہ راستے پر ڈالنے والی تو خدا کی ذات ہے جو آپ کو راستہ دکھا سکتا ہے وہی مجھ کو بھی راستہ دکھائے گا۔ میں خاموش ہو گیا اور اُس کو اپنے ساتھ لے لیا۔ چنانچہ ایک ہفتہ تک میں اور وہ دونوں جنگل میں پھرتے رہے اور ہمیں کھانے پینے کو کچھ نہ مل سکا۔ آخر آٹھویں روز اُس نے مجھ سے کہا کہ اے اللہ کے نیک بندے تو اپنے اللہ سے کچھ مانگ کیونکہ میں تو اب بھوک کی شدت کی وجہ سے بیتاب ہو رہا ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی اور عرض کیا کہ اے زمین و آسمان کے مالک کیا تو مجھے اس آتش پرست کے سامنے شرمندہ کرے گا؟ فرماتے ہیں کہ ابھی میری دُعا ختم نہ ہوئی تھی کہ ایک خوان غیب سے ہمارے سامنے آیا۔ جس میں تازی زوٹیاں اور بھنی ہوئی مچھلیاں تازے خُرمے اور ٹھنڈا پانی تھا۔ ہم دونوں نے ساتھ بیٹھ کر سیر ہو کر کھایا اور پھر سات دن تک فاقہ کشی میں سفر کرتے رہے۔ اب جب آٹھواں دن ہوا تو میں نے اُس آتش پرست سے کہا کہ اب تو بھی اپنا کمال دکھا چنانچہ وہ اک طرف ہو بیٹھا اور چپکے چپکے کچھ پڑھنے لگا۔ ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ میرے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ اُسی طرح کا ایک خوان آ موجود ہوا جس میں وہی سب چیزیں موجود تھیں۔ پھر اُس شخص نے مجھ سے کہا کہ آئیے ہم اور آپ مل کر کھائیں۔ مجھے تو اس واقعہ نے پہلے ہی حیرانی میں ڈال دیا تھا مگر جب اس نے کھانے

کو کہا تو مجھے بڑی ہی شرمندگی ہوئی چنانچہ میں نے اُسے جواب دیا کہ تم کھاؤ  
میں اس وقت نہ کھاؤں گا۔ اس پر اُس نے مجھ سے کہا کہ اے شیخ! کیا آپ کو  
اپنے رب کی قدرت میں کوئی شک ہے۔ کیا قرآن مجید میں نہیں آیا ہے۔

**إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝٢٠**

ترجمہ: ”یقیناً اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

(پارہ 1، سورۃ البقرہ، آیت نمبر 20)

آپ تشویش نہ کریں کھانا کھائیں پھر میں آپ کو دو خوشخبریاں  
سناؤں گا۔ اول تو یہ کہ آپ مجھے کلمہ شہادت پڑھا کر مسلمان کریں اور پھر  
اس واقعہ کی حقیقت کو سمجھ لیں۔ اُس آتش پرست نے بیان کیا کہ جناب  
آپ نے مجھے اپنا کمال دکھانے کا حکم دیا تو میں نے بدرگاہِ قاضی الحاجات  
دُعا کی کہ اے اللہ شیخ کے سامنے میری آبرورکھ لینا اور شرمندہ نہ کرنا اور یہ  
بھی میں نے آپ سے ہی سنا تھا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**أَجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۝**

ترجمہ: ”جواب دیتا ہوں میں پکارنے والی کی پکار کا جب پکارتا ہے وہ مجھے۔“

(پارہ 2، سورۃ البقرہ، آیت نمبر 186)

چنانچہ یہ جو کچھ ظاہر ہوا۔ سب اللہ تعالیٰ کا ہی فضل و کرم تھا۔ اس



میں میرا کیا کمال ہے۔

حضرت ابراہیم خواصؑ فرماتے ہیں کہ پھر ہم دونوں نے کھانا کھایا اور مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر اس جوان صالح نے مکہ معظمہ کی مجاوری اختیار کر لی۔ حق تعالیٰ نے اُس پر اپنا فضل و کرم فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینا چاہے تو پھر اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ یعنی

وَمَنْ يُّهْدِ اللَّهُ فَبَاكَهٗ مِنْ مُضِلٍّ ۗ ط

ترجمہ: ”اور جس کو ہدایت دے اللہ تو نہیں ہے اسے کوئی بھٹکانے والا“۔

(پارہ 24، سورۃ الزمر، آیت نمبر 37)

حضرت ابراہیم خواصؑ کے چند اقوال

حضرت ابراہیم خواصؑ فرماتے ہیں کہ

۱۔ کہ صرف کتابی علم سے انسان عالم نہیں ہوتا بلکہ حقیقت میں عالم وہ ہے جس کا عمل بھی فہم کی مطابقت میں ہو۔ قرآن مجید کے احکام پر عمل کرے۔ سنت نبوی پر عمل پیرا ہو اور خوشنودی باری تعالیٰ کے لیے سرگرم عمل رہے۔ خواہ اُس کا علم تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ علم پر عمل ان دو باتوں میں مضمحل ہے۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی تکلیف تجھے نہیں دی تو اُس میں اپنے آپ کو تکلیف میں نہ

ڈالے دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو تجھ پر فرض و لازم کیا ہے اُس میں کوتاہی نہ کرے۔

۳۔ جو شخص معرفتِ الہی کا دعویٰ کرتا ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے اُسے آرام حاصل ہوتا ہے، تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ آخر کار سخت بلا میں مبتلا کر دیتا ہے۔ البتہ جب وہ اپنی اُس غلط روی سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے بلاؤں کو دور کر دیتا ہے اور اگر تائب نہ ہو تو پھر اسے طامع (لا لچی) بنا دیتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ اُسے دُنیا ہی ملتی ہے اور نہ آخرت۔

## خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ط

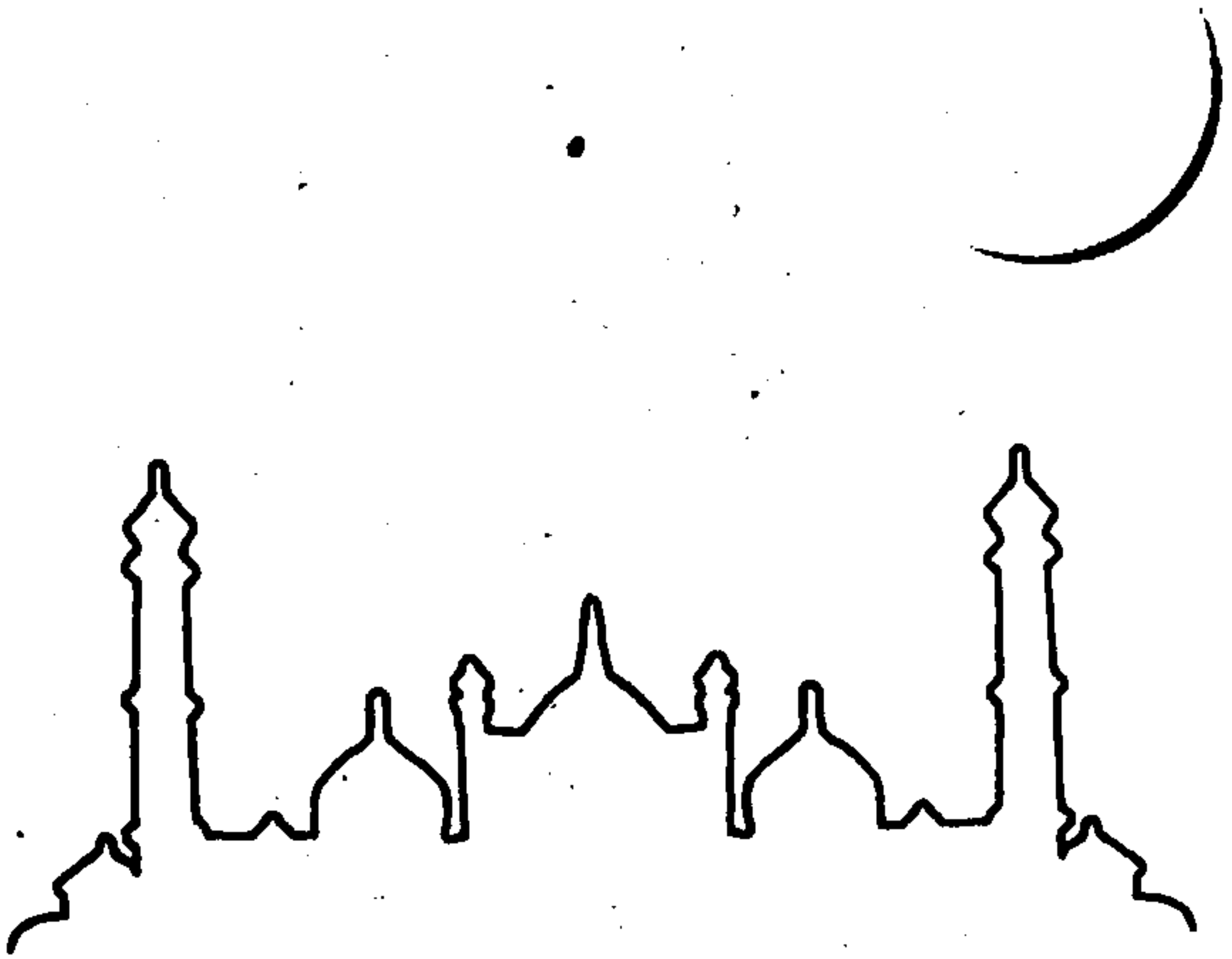
ترجمہ: ”گنوا دی اُس نے دُنیا بھی اور آخرت بھی“۔

(پارہ 17، سورۃ الحج، آیت نمبر 11)

۴۔ حقیقت میں متوکل وہ شخص ہے جس کے توکل کا اثر دوسروں پر پڑے اور اُس کے پاس بیٹھنے والا بھی متوکل ہو جائے۔

۵۔ قرآن مجید اور حدیثِ رسول ﷺ کے مطابق عمل کرنے میں حقیقی بندگی ہے اور اس بندگی میں مضبوطی اور استقلال کا دوسرا نام صبر ہے۔

- ۶۔ فرمایا کہ دل کی دوا پانچ چیزوں میں ہے:
- (۱) قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور اس میں غور و فکر کرنا
  - (۲) پیٹ بھر کر کھانا نہ کھانا
  - (۳) رات کی گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں قیام کرنا
  - (۴) صبح ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کی حضور میں دُعا اور گریہ و زاری کرنا
  - (۵) نیکوں اور صالحوں کی صحبت اختیار کرنا



## ابن ہارون رشید

زید کی ایک دیوار گر پڑی۔ زید کہتے ہیں کہ اس خیال سے کہ کسی مزدور کو لا کر اپنی دیوار بنوالوں۔ میں مزدوروں کے چوک پر گیا۔ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ اُس روز کوئی مزدور چوک پر نہیں ہے۔ صرف ایک شخص مسکین غریب سا چپکا بیٹھا ہے میں نے اُس سے دریافت کیا کہ میاں یہاں مزدور بیٹھا کرتے تھے آج کیا سبب ہے جو یہاں ایک بھی مزدور نہیں ہے۔ اُس مسکین نے جواب میں کہا کہ سب کی مزدوری لگ گئی۔ وہ سب اپنے اپنے کام پر چلے گئے۔ صرف میں رہ گیا ہوں۔ یہ سن کر زید نے کہا کہ اچھا تو تم میرے ساتھ چلو۔ میری ایک دیوار گر پڑی ہے اُسے بنا دو۔ جو کچھ تمہاری مزدوری ہوگی وہ دے دوں گا۔ اُس غریب مسکین شخص نے کہا۔ بہت اچھا میں آپ کی دیوار بنا دوں گا مگر میری شرطیں پوری کرنے کا وعدہ کرو۔ اس

پر زید نے کہا کہ وہ شرطیں بیان کرو۔ تو میں کچھ فیصلہ کر سکوں۔ اُس غریب مسکین نے کہا کہ پہلی شرط تو یہ ہے کہ ہمارے تمہارے درمیان جو کچھ مزدوری طے ہو جائے اُس میں ذرا کمی بیشی نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ ہماری طاقت سے زیادہ کام ہم سے نہ لینا۔ تیسرے یہ کہ نماز کیلئے ہم کو پہلے ہی سے اجازت دے دو۔

یہ سن کر زید نے کہا کہ اے جوان صالح! مجھے تمہاری یہ تینوں شرطیں منظور ہیں۔ میں طے شدہ مزدوری میں ہرگز کمی بیشی نہ کروں گا اور میں تمہاری طاقت سے زیادہ کام بھی نہ لوں گا۔ میں تم کو نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہوں۔

زید کہتے ہیں کہ میں اُس مزدور کو اپنے گھر لے آیا اور وہ ٹوٹی ہوئی دیوار اُس کو دکھائی۔ وہ نیک سیرت جوان کمر باندھ کر دیوار بنانے میں مصروف ہو گیا اور میں اپنے کام کو چلا گیا۔ جب شام کو گھر واپس آیا تو دیکھا کہ وہ دیوار جو چار آدمیوں سے چار دن میں تیار ہوتی۔ بالکل تیار کھڑی ہے۔ یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا اور ڈرنے لگا کہ یہ انسان نہیں ہے بلکہ کوئی جن ہے یا فرشتہ ہے۔ جب میں نے اپنے کام کو مکمل پایا تو میں نے چاہا کہ اُس کو دو گنی مزدوری دے دوں مگر وہ جوان صالح پہلے ہی یہ عہد لے چکا تھا کہ مزدوری میں کمی بیشی نہیں کروں گا چنانچہ مقررہ مزدوری اُس مزدور کے

حوالے کی۔

دوسرے دن میرا دل چاہا کہ اس جوان صالح سے ملاقات کروں۔ اس خیال سے میں مزدور کے چوک پر پہنچا۔ مگر دیکھا کہ اور بہت سے مزدور بیٹھے ہیں مگر وہ شخص نہیں ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ ہر طرف نظر دوڑائی مگر وہ دکھائی نہ دیا آخر مجبور ہو کر میں نے دوسرے مزدوروں سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایسی شکل و صورت کے یہاں مزدوری کیلئے آ کر بیٹھتے تھے۔ کل میں نے اُن سے کام بھی لیا تھا۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ کہاں ہیں۔ اُن مزدوروں نے جواب دیا کہ جناب وہ تو عجیب آدمی ہیں۔ ہر روز مزدوری کیلئے کبھی آتے ہی نہیں۔ آٹھ دن میں صرف ایک دن آتے ہیں اور سات دن تک وہی ایک دن کی مزدوری کھاتے ہیں۔ زید کہتے ہیں کہ یہ سن کر تو مجھے ان کی ملاقات کی اور بھی زیادہ جستجو و تلاش ہوئی۔ سارا شہر چھان مارا۔ گلی گلی اور کوچہ کوچہ دیکھتا پھرا۔ آخر۔

نظم

وہ کرتا ہے بندوں کی حاجت روا  
 بر آیا ہمارا بھی یہ مدعا  
 بڑے شوق سے جن کی تھی جستجو  
 زیارت کو اُن کی پھرا گو بہ گو!



ایک جگہ سے معلوم ہوا کہ وہ شہر میں نہیں رہتے بلکہ شہر کے باہر جو فلاں کھنڈر پڑا ہوا ہے۔ اُس میں عبادتِ الہی کیا کرتے ہیں۔ زید کہتے ہیں کہ میں فوراً وہاں پہنچا تو دیکھا کہ واقعی ایک ٹوٹے ہوئے کھنڈر میں بیکسی اور تنہائی کے عالم میں کوری زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور سخت بیمار ہیں اور کرب و بے چینی میں تڑپ رہے ہیں۔ مجھے اُن کی یہ حالت دیکھ کر رونا آ گیا اور اُن کی بیکسی پر ترس آیا تو میں نے اُن سے کہا کہ آپ اس مفلسی اور بیکسی کے علاوہ غریب الوطن اور مسافر بھی ہیں۔ آپ میرے ساتھ چلیں اور اس جنگل میں اکیلے نہ پڑے رہیں۔

نظم

نہ ہمدنہ، نہ رفیقہ، نہ مونسِ غمخوار  
مکان بھی ایسا کہ جس کے نہیں در و دیوار  
یہ بیکسی تری افسوس یہ تری غربت  
یہ تیرا حسن و جمال و ترا یہ حالِ زار  
کسی کے عشق میں شاید کہ یہ لیا ہے جوگ  
کسی کے ہجر میں یہ نوجوان ہے اک بیمار  
کسی کے عشق کی آتش زنی ہے سینے میں  
کسی کے ہجر میں جاتا رہا ہے صبر و قرار

کسی کے عشق کا سودا ہوا ہے اس سر میں  
 کسی کا تیرِ جدائی ہوا جگر کے پار  
 کسی کی چاہِ محبت میں غوطہ زن ہے دل  
 کسی شرابِ محبت سے ہو گیا سرشار  
 وہ ذات وہ ہے کہ جس کا جہان طالب ہے  
 ہوا قبول جو اسحاق اُس کا بیڑا پار

جب زید نے اُس مسکین و بیکس اور بیمار سے اپنے گھر چلنے کی درخواست کی تو اُس جوانِ صالح نے کہا کہ ایک شرط سے میں تمہارے مکان پر چل سکتا ہوں وہ یہ کہ مجھے کچھ کھلانے پلانے کا اصرار نہ کرنا۔ میں نے اقرار کر لیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ جو کچھ آپ کا حکم ہوگا بجالاؤں گا۔ چنانچہ میں اُن کو اپنے مکان پر لے آیا مگر اُن کی یہ کیفیت رہی کہ تین روز تک اُنہوں نے کچھ کھایا نہ پیا۔ جب چوتھا روز ہوا تو اُس جوانِ صالح نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ اے شخص! میرا وقت قریب آ گیا ہے۔ میں تم کو چند وصیتیں کرتا ہوں، اُن کو بخوبی پورا کرنا۔

میں جب مر جاؤں تو میرے گلے میں ایک رسی باندھنا اور زمین پر گھسیٹنا اور یہ کہنا کہ جو کوئی مالکِ حقیقی کی نافرمانی کرے گا۔ اُس کا یہی حال ہوگا۔ ایسا کرنے سے شاید رحمتِ الہی جوش میں آجائے اور میری مغفرت

ہو جائے۔ اس کے بعد مجھے انہی کپڑوں میں جو میں پہنے ہوئے ہوں دفن کر دینا۔ پھر تم یہ کرنا کہ اس ملک کا جو بادشاہ ہے۔ اُس کے پاس جانا اور میری مہر کی انگوٹھی اور یہ میری جمائل اُس کے حوالے کر دینا اور یہ کہنا کہ

ذرا خوابِ غفلت سے ہشیار ہو

نہ غافل ہو اتنا خبردار ہو

اور کہنا کہ دیکھ دُنیا کی ثروت ایک خواب و خیال ہے۔ اس ملک و مال کو وبالِ جان سمجھو۔ ایسا نہ ہو کہ یکا یک موت آجائے اور یہ سارا سامان یہاں کا یہیں رہ جائے۔ اُس وقت کوئی تدبیر کام نہ آئے گی۔ پس یہ وصیت کر کے وہ صالح مسکین جاں بحق ہو گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

زید کہتے ہیں کہ یہ حادثہ پیش آنے سے مجھے اس درجہ صدمہ ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ پھر میں نے اُن کو انہیں کپڑوں میں کفنا یا اور چاہا کہ اُن کی وصیت کے موافق گلے میں رسی باندھ کر زمین پر کھینچتا پھروں کہ یکا یک ایک آواز آئی۔

نظم

نہ دے تکلیف تو میرے ولی کو

ذرا تو دیکھ! اس کی بیکیسی کو

اگر اس کو ذرا تکلیف پہنچی!!

تو اے بندے مجھے تکلیف ہوگی

نہ کر توہین تو میرے ولی کی

کہ اس کی اور میری دوستی تھی

وہی ہے آج میرا خاص بندا

کہ جس کے دل میں ہوگا عشق میرا

میری اُلفت میں اس نے جان دی ہے

میرا بندہ ہے یہ میرا ولی ہے

زید کہتے ہیں کہ میں یہ ندائے غیبی سن کر متعجب ہوا اور اپنے

ارادے سے باز آ گیا پھر میں نے پوری تعظیم و تکریم کے ساتھ انہیں دفن کیا

اور دفن سے فارغ ہو کر بادشاہ وقت سے ملاقات اور نیز مرحوم کی امانت

قرآن مجید اور انگوٹھی پہنچا دینے کی جستجو میں نکلا اور بدقت تمام بادشاہ وقت

یعنی ہارون رشید کے دربار میں پہنچا۔ جب میری پیشی ہوئی تو خلیفہ ہارون

رشید نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے شخص تو کون ہے؟ اور کیا چاہتا ہے؟

زید کہتے ہیں کہ میں نے عرض کرنا شروع کیا کہ:

”میں آپ کی رعیت میں سے ہوں اور فلاں شہر کا رہنے والا

ہوں۔ ایک غریب الوطن کا پیغام، اُس کے ہاتھ کی انگوٹھی اور اُس کے

پڑھنے کا قرآن مجید لایا ہوں۔ یہ مجھ سے لے لیجئے۔ بادشاہ نے وہ قرآن مجید اور وہ انگوٹھی ہاتھ میں لی اور اس انگوٹھی کو بغور دیکھا اور فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے؟ کہا کہ فلاں فلاں شہر میں مزدوری کرتا تھا پھر میں نے جنگل کے ایک کھنڈر میں اُسے موت کی تکلیف میں پڑے ہوئے دیکھا۔ پھر اُس کے بعد اُس کا انتقال ہو گیا۔

یہ سن کر بادشاہ کی ایک چیخ نکلی اور ہائے کہہ کر گرا اور بیہوش ہو گیا۔ زید کہتے ہیں کہ میں بادشاہ کا یہ حال دیکھ کر سر سے پاؤں تک لرز گیا، کہ یا اللہ! بادشاہ کو یہ کیا ہو گیا۔ الہ العالمین یہ معاملہ ہے تو کیا ہے؟ جب کچھ دیر کے بعد بادشاہ کو ہوش آیا تو یہ کہتا ہوا اٹھا

آہ اے نورِ نظر، لختِ جگر  
 آہ اے جانِ جہاں، جانِ پدر  
 اے مسافر! کس کا تو فرزند تھا  
 تو جگر تھا بادشاہِ وقت کا  
 یہ قلعہ اور یہ محل بھائے نہیں  
 کیوں ہوئی مرغوب وہ چٹیل زمیں  
 ہائے کن کھنڈروں میں تو نے جان دی  
 ہائے وہ غربت تری اور بیکسی

نزع نے جب آیا ہو گا تجھے  
 کون دکھلائی دیا ہو گا تجھے  
 چھوڑ کر یہ سینکڑوں لونڈی غلام  
 آہ جنگل میں ہوا جا کر تمام  
 بیکسی کی موت سے دل چاک ہے  
 سلطنت میری نظر میں خاک ہے

زید نے کہا کہ ”اے بادشاہ ذرا خوابِ غفلت سے بیدار ہو۔ ایسا نہ  
 ہو کہ یکا یک موت آجائے اور سارا سامان یہیں رہ جائے اور یہ دولت  
 و حشمت و بال جان ہو جائے“ زید کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ یہ  
 وصیتیں سن کر زار زار روتا تھا اور کہتا تھا

نظم

اے ناصح و مشفق و شفیق میرے  
 لب چوم لوں ان فصیحتوں پہ ترے  
 کوسوں سے نصیحتیں کرو گے  
 والد سے خفا ہی کیا مرو گے  
 لے چل مجھے اے فنا لحد پر  
 دیکھ آؤں میں اُس کا آخری گھر



زید کہتے ہیں کہ پھر خلیفہ ہارون رشید میرے ہمراہ اپنے فرزند کی قبر پر گیا۔ جوں ہی بادشاہ اس کی قبر پر پہنچا۔ فوراً قبر سے لپٹ گیا اور زار زار روتا تھا اور کہتا تھا۔

اے جانِ پدر کہاں گئے تم  
 رُوٹھے تبھی تو وہ کہ ہو گئے گم  
 اب کون کرے گا تخت آباد  
 جب تم سالیق ہو گا ناشاد

پھر جب بادشاہ کو کچھ صبر و سکون ہوا تو پھر اُس نے اُس مرنے والے کی تمام کیفیت بیان کرنی شروع کی۔ کہا کہ اے شخص یہ میرا فرزند تھا اور ہمیشہ شراب و کباب کی لذتوں میں محو و مستغرق رہا کرتا تھا۔ اس کے محل کی پشت پر ایک مکتب تھا۔ جہاں بچے قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز جبکہ یہ عیش و عشرت میں غرق اور شراب کے نشے میں چور تھا کہ یکا یک اُس مکتب سے ایک بچے کے یہ آیت پڑھنے کی آواز آئی:

الْمُرِيَانِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ

قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ

ترجمہ: ”کیا نہیں آیا ابھی وقت ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں اس

بات کا کہ پگھلیں ان کے دل اللہ کے ذکر سے۔“

(پارہ 27، سورۃ الحدید، آیت نمبر 16)

بس یہ آیت اُس کے کلیجے پر جا لگی اور تیر کی طرح پار ہو گئی۔ تمام عیش و عشرت کو چھوڑ کر اسی وقت یہ وہاں سے کھڑا ہو گیا اور اُس لڑکے کے پاس پہنچا جو یہ آیت پڑھ رہا تھا اور کہا کہ بیشک میرے لیے وقت آ گیا ہے اور میں اُس کا نام سن کر لرز گیا ہوں پھر اس نے اپنا تمام لباسِ فاخرہ اتارا اور سیدھا جنگل کا راستہ لیا۔ ہر چند میں نے تلاش کیا مگر اُس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ افسوس! آج بعد مدت کے پتہ یہ چلا کہ بجائے فرزند کے مٹی کا ڈھیر

ہے۔

اَللّٰهُ الْعَالِمِیْنِ! تیری شان سب سے نرالی ہے۔ تو جس قلب میں ہو گزرا اُس میں پھر کسی کا گزر ہو ہی نہیں سکتا ہے جس سینہ پر تیری تجلی ہو گئی۔ دُنیا جہاں کی آلائشوں سے وہ سینہ پاک ہو گیا۔ تیرے عشق کی شعائیں جس پر جا پڑیں وہ سارے عالم کیلئے چراغِ ہدایت اور شمعِ روشن بن گیا۔ تیری محبت کے میدان میں قدم رکھتے ہی قدم قدم پر مرحبا و آفرین کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔



## ایک ولی کامل

ایک ولی کامل جن کے بہت سے مرید اس شان کے تھے کہ ہوا میں اڑنا اور پانی پر چلنا ایک ادنیٰ بات تھی اُن کا انتقال ہو گیا۔ عرصہ کے بعد ایک مرید رشید نے خواب میں دیکھا کہ پیر کامل نہایت پریشان اور چہرے پر ہوائیاں عجیب حال ہے۔ مرید حیران رہ گیا۔ لرزتے کانپتے عرض کیا۔

وائے میری شامت کہ میں حضور کو کس حال میں دیکھ رہا ہوں؟

فرمایا کچھ پوچھو نہیں! جس وقت میں اُس شہنشاہِ عالیجاہ کے دربار میں پیش ہوا ہوں۔ ایک جگر خراش سوال مجھ پر ڈالا گیا وہ یہ کہ میں ایک روز دُنیا میں اپنے مریدوں کو لیے ذکر و شغل میں مصروف تھا۔ اتفاق سے اُس وقت آسمان پر ابر آیا اور بارش ہونے لگی۔ کہیں میرے منہ سے یہ نکلا کہ آج بے وقت بارش ہوئی۔ بس یہ لفظ پکڑا گیا۔

آج عرصہ گزر گیا کہ حضورِ معلیٰ کی طرف سے بار بار یہی سوال ہو

رہا ہے کہ

## نظم

بتاؤ وہ بے وقت بارش ہوئی!  
 وہ کیا وقت تھا؟ اور کیا بات تھی!  
 وہ وقت اور بارش تھی کس کی بھلا  
 فقط ایک وہ میرا فرمان تھا  
 ہوئے معترض کیوں مرے فعل پر  
 بنے ایسے بے خوف ایسے نڈر  
 وہ بے وقت بارش کا دو کچھ جواب!  
 مقرب مرے ہو کے یہ ارتکاب!

آج مخلوق سب سے زیادہ افعالِ الہی پر معترض ہے۔ اُس کے  
 موسموں پر اعتراض! اُس کے قضا و قدر سے نارضا مندی اُس کی آزمائشوں  
 پر غیر ثابت قدمی و بے صبری۔ ایک ولی کامل کے اُس ایک فقرہ پر گرفت ہو  
 گئی کہ اُس جیسے اور اُس سے بہت زیادہ معترضانہ فقرے مشیتِ ایزدی کے  
 خلاف ہماری زبانوں پر رات دن جاری ہیں۔ جن سے ہمیں سخت اجتناب  
 چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے فعل پر راضی رہنا چاہئے۔

خوشی ہو یا کم غم دُنیا میں کلفت ہو کہ راحت ہو  
 بدلِ راضی ہوں بسم اللہ جو تیری مشیت ہو

## ایک گوشہ نشین زاہد

ایک گوشہ نشین زاہد کو اس کا ایک معتقد دوروٹیاں ہر روز لا کر دیا کرتا تھا۔ ایک دن زاہد کو یہ بات ناگوار گوری اور اُس نے خلافِ توکل سمجھ کر دونوں روٹیاں واپس کر دی۔

چونکہ توکل اس درجہ کا نہ تھا کہ بلا اسباب مل جاتا۔ جیسا کہ آج مفقود ہے۔ تین روز صاف گزر گئے اور بھوک کی شدت سے جاں بلب ہونے کی نوبت آئی۔ اُسی حال میں ذرا غنودگی آتے ہی خواب میں کیا دیکھتے ہیں۔ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ اے شخص! تو نے اپنی روٹیاں کیوں واپس کر دیں۔

جس کے جواب میں زاہد نے کہا میں نے محض خدا کے بھروسہ پر واپس کر دیں کہ وہ خزانہ غیب سے عنایت فرمائے گا۔ جواب ملا کہ بیشک ہم

روزی دینے والے ہیں اور یہی ہمارے غیب کے خزانے ہیں کہ ہم بندوں کے ہاتھ سے بندوں کو روزی پہنچایا کرتے ہیں۔

ہم ہی دیتے اور دلاتے ہیں سنو!  
 لینے والو! دینے والو! سن رکھو!  
 کیا کوئی دے گا کسی کو اے فتا  
 یہ ہمیں دلواتے ہیں ربُّ العُلا  
 سب کے دل قبضے میں ہیں اللہ کے  
 جس طرح چاہے وہ دل کو پھیر دے  
 اُس کے دینے کے بہتر ہاتھ ہیں  
 کاش اس نکتے کو ہم پہچان لیں  
 جو ملا تم کو وہ بس اس نے دیا  
 زاہدا پھر کیسی یہ چون و چرا

## آئینہ تصوف

### تذکرہ اولیائے پاک و ہند

اللہ کے منتخب بندوں کے معطر معطر واقعات اُن لوگوں کیلئے بطورِ خاص جنہیں

اللہ سے لو لگانے کی تمنا ہے۔ ﴿چھپ کر تیار ہے﴾



## ایک ممتحن زاہد

ایک زاہد ولی کامل نے قدرت کو آزمانے کیلئے عجیب بات سوچی اور اپنے دل میں کہا کہ وہ روزی رساں اور درحقیقت روزی رساں ہے۔ جیسا کہ اُس نے اپنے کلامِ پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى  
اللَّهِ رِزْقُهَا

ترجمہ: ”اور کوئی (رزق کھانے والا) جانور روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اُس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔“

(پارہ 12، سورۃ ہود، آیت نمبر 6)

یعنی جتنے زمین پر چلنے پھرنے والے ہیں اُن کی روزی اللہ تعالیٰ

کے ذمہ ہو چکی ہے لیکن اس کی آزمائش کرنی چاہئے! چنانچہ وہ اپنے گھر سے نکلے اور جنگل کی طرف روانہ ہوئے اور انتہائی خلوت و تنہائی کی تلاش میں ایک پہاڑ پر پہنچے اور اُس کے ایک غار میں داخل ہوئے۔ جہاں کسی بشر کے آنے کا وہم و گمان تک ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ وہاں جا بیٹھے اور اپنے دل میں کہا کہ دیکھیں یہاں کیونکر اور کس طرح وہ رزق پہنچاتا ہے۔

ادھر یہ یہاں آ کر بیٹھے ادھر ایک قافلہ راستہ بھولا اور ساتھ ہی اُس کے سخت بارش نے بھی اُس قافلہ کو آن لیا۔ جو پہاڑ کا درہ یا غار تلاش کرتا کرتا یہیں آ کر پناہ گزین ہوا۔ جب وہ قافلہ یہاں آ کر ٹھہر گیا تو اہل قافلہ نے دیکھا کہ ایک شخص چپ چاپ خاموش بیٹھا ہے جسے انہوں نے آواز دی اور کہا کہ اے بندۂ خدا تو کون ہے اور یہاں کس لیے چھپا بیٹھا ہے جس کا اس ممتحنِ قدرت نے کچھ جواب نہ دیا اور بالکل خاموش بیٹھا رہا۔ لوگوں نے خیال کیا کہ شاید اسے سردی پہنچی ہے۔ اس سبب سے یہ بول نہیں سکتا۔ آگ جلاؤ! تا کہ اسے گرمائی پہنچے اور یہ گفت و شنید کے قابل ہو چنانچہ آگ روشن کی گئی۔ لیجئے! قدرت نے پہلے تو اس ممتحن کی سردی رفع کرنے کا سامان غیب سے کیا چنانچہ اہل قافلہ نے عمدہ طور سے اُسے گرمائی پہنچا کر دریافت کیا کہ اے خدا کے بندے! تو کون ہے؟ کیا تو ہمیشہ اس غار میں رہتا ہے، یا بارش سے پناہ لینے کیلئے یہاں آن کر چھپا ہے؟ اس پر بھی

انہوں نے کچھ جواب نہ دیا اور خاموش بیٹھے رہے۔ اب وہ لوگ سمجھے کہ شاید یہ کوئی بھوکا ہے اور بھوک کی شدت کے سبب اس سے بات نہیں کی جاتی۔ اسے کھانا کھلانا چاہئے چنانچہ اقسام اقسام کے کھانے اس کے سامنے لا رکھے اور بالاصرار کہا کہ یہ کھانے تیرے سامنے حاضر ہیں! انہیں کھا کر تو انائی حاصل کر اور ہماری بات کا جواب دے۔ اس پر بھی یہ ممتحن بالکل ساکت بیٹھے رہے۔ نہ کھانا کھایا اور نہ کچھ جواب دیا۔

قافلہ والوں نے آپس میں کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عرصہ سے بھوکا ہے، یا خدا جانے کب سے اس نے کھایا نہیں ہے جو ان کھانوں سے بسبب عادت چھوٹ جانے کے ڈرنا ہے لہذا اس کیلئے نرم غذا تجویز کرنی چاہئے چنانچہ اسی وقت اُس کے سامنے میٹھا دودھ اور میٹھے فالودے لا کر رکھے گئے اور کہا کہ یہ پی لو! اس پر بھی انہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ نہ فالودہ اور دودھ پیا۔ اب تو تمام قافلے والوں نے یہ رائے پاس کر لی کہ بیشک اس بارش اور اس پہاڑ و غار وغیرہ کی سردی سے اس کا جبراً بند ہو گیا ہے۔ کسی ترکیب سے اس کا منہ کھول کر اسے کھانا کھلانے چاہئے! چنانچہ دو شخص ان میں سے اٹھے اور ایسے اوزار لائے جس سے اس کا منہ کھول سکیں اور کھانے اس کے پیٹ میں پہنچا سکیں۔

جب اُس کی رزق رسانی کی یہاں تک نوبت پہنچی تو اسی وقت یہ

ولی کامل سجدے میں گرا اور کہا کہ:

اے خدا! قربان تیرے نام پر  
 آہ تو روزی رساں ہے اس قدر  
 تیری قدرت کا لیا تھا امتحاں  
 ایک ہے واحد ہے تو روزی رساں  
 اے تری قدرت ترا فضل و کرم  
 آہ جس سے کس قدر غافل ہیں ہم  
 اپنے بندوں سے نہیں غافل ہے تو  
 پوری کرتا ہے دلوں کی آرزو  
 مشکلوں کا ایک ہے مشکل کشا  
 حاجتوں کا ایک ہے حاجت روا  
 جس نے جو مانگا وہی تو نے دیا  
 جس نے جو چاہا وہی تو نے کیا  
 اُس سے اے اسحاق رکھ اچھا خیال  
 بس اسی میں ہی ترقی ہے کمال



## ایک باخدا عورت

ایک عورت خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی اور نہایت خوش ہو کر اپنے مولا کے سامنے لبیک لبیک، حاضر ہوں، اے اللہ حاضر ہوں! کہہ رہی تھی۔ ایک بزرگ نے اُس کی یہ حالت دیکھ کر اپنے دل میں کہا۔ یہ عورت کوئی نہایت خوش حال اور بڑی بے فکر معلوم ہوتی ہے۔ کس خوشی کے لہجہ میں لبیک لبیک پکار رہی ہے۔ عورت طواف سے فارغ ہوئی اور کہا کہ اے مرد بزرگ! شاید تم نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ یہ عورت کیسی خوش حال ہے، میں اپنی ماہیت تم کو سناتی ہوں!

میرا مکان ملکِ شام میں تھا۔ میرا خاوند بڑا تاجر اور مالدار تھا۔ ایک مرتبہ اُس کو سفر میں جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاز میں بیٹھا، جہاز اُس کا تباہی میں آیا اور وہ غرقِ دریا ہوا۔ مجھے خبر آئی کہ میرا خاوند ڈوب کر مر گیا۔ میں

نے سنا اور سن کر صبر کیا اور اے مردِ بزرگ! میرے ننھے منے دو بیٹے تھے وہ گھر میں کھیلتے پھر رہے تھے۔ ایک بچے نے کھیلتے کھیلتے چولہے میں اپنا ہاتھ دے دیا۔ دوسرے پر جلتی ہوئی ہنڈیا اُلٹ گئی۔ دونوں جل کر خاک ہو گئے۔ ایک میری جوان بیٹی تھی، جو دریچہ میں سے یہ حال دیکھ کر کہ میرے ننھے ننھے بھائی جل رہے ہیں، دوڑی اور اس طرح دوڑی کہ اُس کا پیر پھسلا، نیچے گری اور اُسی وقت وہ مر گئی۔ اے مردِ بزرگ! اب چاہے تم مجھے خوش حال اور بے فکر سمجھو یا جو چاہو خیال کرو۔ البتہ صابرہ ضرور ہوں۔ اپنے پروردگار کے تمام فعلوں سے بدل راضی ہوں۔ پھر اُس کی رضا مندی و صبر کا نتیجہ یہ ہے کہ اپنی لبیک کے ساتھ ہی اُس کے لبیک کی آواز اپنے کانوں سے سنتی ہوں اور گویا میرا معبود ہر وقت میرے ساتھ ہے۔

### نظم

صابرہ اور شاکرہ بندی ہوں میں  
دل کو مٹھی میں لیے رہتی ہوں میں  
اُسکے سب فعلوں سے راضی ہوں مُدام  
جُو رضا مندی نہیں کچھ مجکو کام  
کیونکہ ہے مالک سے ناراضی ستم  
جو کرے وہ اپنے حق میں ہے کرم



کچھ نہیں چون و چرا کو دخل ہے  
 معترض جو ہو وہ بس کم عقل ہے  
 کیا حقیقت ہے کوئی اُف کر سکے  
 اُس کے کاموں میں ذرا بھی دخل دے  
 صبر کا میرے نتیجہ یہ ہوا  
 میرا مولیٰ ساتھ میرے ہو لیا  
 اب جو میں لبیک کہتی ہوں کہیں  
 اُس کی کبھی لبیک سنتی ہوں وہیں  
 فی الحقیقت ہے وہ ایسا ہی خدا  
 صبر پر چل کر کوئی دیکھے ذرا  
 صابرون کے ساتھ بس رہتا ہے وہ  
 خود کلامِ پاک میں کہتا ہے وہ

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٣﴾

ترجمہ: ”بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

(پارہ 2، سورۃ البقرہ، آیت نمبر 153)





# چاندنی پریس سٹاپ

150.00

پروفیسر محمد اکرم مدنی

معجزات مصطفیٰ ﷺ

120.00

پروفیسر محمد اکرم مدنی

معمولات مصطفیٰ ﷺ

60.00

پروفیسر محمد اکرم مدنی

شان والدین رسول اللہ ﷺ

180.00

محمد حسین بیگل

حیات حضرت ابو بکر صدیق ؓ

150.00

عبدالمصطفیٰ اعظمی

کرامات صحابہ ؓ

120.00

عبدالمصطفیٰ اعظمی

جنتی زیور

150.00

مولانا حکیم مرزا اسفندریا

حضرت جنید بغدادی

90.00

حضرت امام غزالی

فتاویٰ امام غزالی

100.00

حضرت امام غزالی

کرامات امام غزالی

90.00

مولانا امجد رضا خان بریلوی

انکام شریعت

120.00

مولانا امجد رضا خان بریلوی

ملفوظات

بیتنا پریس سٹاپ

# بیتنا پریس سٹاپ

فون نمبر: 624306 (1) بیکل: in@yahoo.co.in